۷۸۶

یامعین

ھوالکل

محمدؐ کی سرکار

میں ایک

سکھ کا نذرانہ

یعنی سردار گوردت سنگھ صاحب دارا بیرسٹر

وایڈیٹر اخبار ہند لندن کی لکھی ہوئی

سیرۃ رسول عربی

سکھ قوم کی معلومات کے لئے حسن نظامی دہلوی نے شائع کی

نومبر ۱۹۲۴ء میں

قیمت ۸/



رسولِ عَربی

ہر لحظہ بشکلے بتِ عیار بر آمد ہردم بہ لباسِ دگران یار بر آمد

القصہ ہمون بود کہ می آمد و می رفت تا عاقبت آن شکلِ عرب وار بر آمد

ایک صاحبِ کمال آیا جس نے جلوۂ حق دکھایا، جس کسی نے اُسے پریم کی انکھڑیون سے دیکھا، اوس کی تمنائے زندگی پوری ہوگئی، جس کی نگاہِ شوق اُس پر پڑگئی اُسے منہ مانگی مُراد مِل گئی، جس بشر کو اوس موہن نے اپنا درشن دیا، اوس کے جنم بھر کا پاپ کٹ گیا،

آنان کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند ایا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

اے عرب کے رہنے والو، کیا ہی اچھے ہونگے تمھارے بھاگ، اور کیا ہی نیک ہونگے تمھارے بخت، جو تم نے نورِ خدا کو اپنی آنکھون دیکھا، حبیب خدا کو اپنی آنکھون تاکا، تمھارے وقت پر کل جگ کا پہرہ نہ تھا، وہ ست جگ کا سمان ہی ہوگا، اے عرب والو، تم شاید کوئی عارف اللہ ہوگے، یا ہوگے کوئی دیوی دیوتے، وگرنہ عام انسان کے بھاگ مین کہان اوس بھگوان کے درشن؟ یہ بڑا ادرلبھ ہے، یہ کہان ممکن،

اے ملکِ عرب، اے بن اور بیابان کے داس، اے ریگ و ریگستان کے گھر،

کی حالت

اے درندوں چرندوں کے ہجوم، سُن تو سہی ذرا میری، اے چوروں ڈاکوؤں کے ماوا، اے رہزنوں اور لٹیروں کے مسکن، اے اُجڈ گنواروں کے ٹھکانے، اے ازلی بادہ نوشوں کے خم خانے، بتا تو مجھے وہ اپنا گُن، جس سے عالم بھر کو تو نے نیچا دکھایا، کہہ تو وہ اپنی خوبی، جس سے تو نے اوس خسرو خوبان کو اپنا خواہان بنایا، اے عرب، تیرا نام ونشان وہستی کسی نے نہ سُنا ہوتا، نہ تیرا ذکر ہی کسی کے کان تک پہنچا ہوتا، عالم کو علم نہ ہوتا، کہ یہان جنگلون کا واس ہی، یا بنی آدم کی بستی، جس راہگیر کا تم سے اِک دفعہ پالا پڑا ہوتا، اوس کی جد اولاد سے بھی کسی نے پھر تیری طرف رخ نہ کیا ہوتا، اے وحشی عرب، تجھ مین بھرے تھے دنیا کے بدکار اور خلقت کے مکار، صرف نام نہاد کے اِنسان مگر کرتوت کے شیطان، سچ ہی،

چلن اون کے جتنے تھے سب وحشیانہ ۔۔۔ ہر اک لوٹ اور مار مین تھا یگانہ
فسادون مین کٹتا تھا اون کا زمانہ ۔۔۔ نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت مین چالاک ایسے
درندے ہون جنگل مین بیباک جیسے

مگر اے سرزمین عرب، آج وہ دن ہی، کہ تیرا نام وردِ زبانِ جہان ہی اور خلق خدا تیرا ذکر خیر کرتی ہی، کون سی آنکھ ہی، جو تیرے درشن کو نہین ترستی، وہ کون زمین ہی، جو تیری دید کی تمنا نہین رکھتی، وہ کون سا ملک ہی، جس نے تیرے شاہ کا سکہ نہین مانا، اور وہ کون فرمانروا ہی جس نے تیری حشمت اور دبدبہ کو نہین جانا، اے خطہ عرب تو نے اب پرانا جامہ اوتارا، تو نے نیا اوتار دھارا، اے عرب تو نے نیا جنم پایا، جو تجھے رسول خدا ہاتھ آیا، تو فخر دین،

تو رشک ملت، تجھے اب ہر ناز روا ہی، اور جو تو کہے بجا ہی،

تمھین ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہی داغ کا دل — نہ یہ جنس ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

مگر کیا کہون عرب، رب کے رنگ نیارے ہین، داتا جسے چاہے دیدے، ورنہ تیرے ہاتھ آتے یہ دولت محمدی! تجھے نصیب ہو یہ جمال احمدی! تجھے ملے یہ رسول عربی! کیا کہون عرب! اللہ بے نیاز ہے، اے ہمالہ کی بلند چوٹیو، تم ہی کچھ کہو! سینکڑون رشیون نے تمھاری شفقت اور پیار کی گود مین نواس کیئے، صدہا جوگیون نے تمھارے پہلو سے محبت مین جوگ کمائے، ہزارون تپسیون نے تمھاری آغوش الفت مین تپ دھارے، لاکھون گوردن سدھون نے تمھارے ہان چرن کنول ڈالے، مگر سچ کہنا، کہین دیکھا ہو تم نے وہ مکہ کا راج دلارا، کہین نظر پڑا ہو تمھین وہ مدینہ کا پیارا، اے رود بار گنگا، تیرے پوتر جل نے پجاریون کو رام نام جپایا، تیری سینکڑون لہرون نے مسافران عدم کو تھپک کے ابد کی نیند سلایا، تیرے پاک پانی نے پریم کے جوت کا دیا ہر پاپی کے من مین جلایا، تیرے میٹھے میٹھے گھونٹون نے معرفت کے تشنہ لب کو آب کوثر کا مزہ چکھایا، اے موج آب گنگا، جس کسی کی آنکھین تجھ سے دوچار ہوئین، تو نے اسے گنگ منتر پڑھا کے چھوڑا، اور جو خشک زبان تیری نظر پڑا، تو نے اسے گنگا جل پلا کے چھوڑا، مگر اے آب رود گنگا، مجھے اتنا تو بتا، کہین اوس آب زمزم والے سے بھی تیری آنکھ لڑی ہی، کہین اوس مکی مدنی نے بھی تجھ سے کوئی گنگا جلی بھری، اے دیار دلی، کہین دیکھا ہو تو نے وہ اکبر زمان کہین نظر پڑا ہو تیری وہ خسرو خوبان، اے تخت طاؤس، کبھی مشرف ہوا ہو تو اوس شاہ جہان سے، کبھی مزین ہوا ہو تو اوس نادر زمان سے، اے بھارت، تیرے یہ اونچے اونچے

محل اور کوٹ اور اون کی شان، اے ہند تیری دلفگار دلی اور تیرا آگرہ اجمیر ملتان،
تیرے گل وگلزار اور اون کی یہ سدا بہار، یہ رہی اور رہیگی، نہ مٹائے مٹی، نہ مٹے گی،
قادر نے تجھے یہ سب کچھ عطا کیا، داتا نے اپنی دیا سے تجھے ہر طرح مسرور کیا، مگر اوس مدن کا
مکہ اور وہ موہن کا مدینہ وہ کعبۂ اسلام وہ قبلۂ انسان! ارمان- وہ تجھے حق نے نہ دیا پر نہ دیا،
افسوس صد افسوس! اے دیار ہند! وہ کوہ نور تیری کان کو کریم نے عطا نہ کیا پر نہ کیا،

گر اے بھولی بھارت تو اب غم نہ کھا، نہ نینون سے نیر بہا. بھلا اس سے اب کیا سود
یہ آہ وزاری لاحاصل ہی

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال　　　صد سال می توان بہ تمنا گریستن

جو یہ بازار کی جنس ہوتی تو تیرا کوئی نہ کوئی سپوت تجھے لا دیتا، خواہ تن من دھن سبھی کچھ
نہ لٹا دیتا، پر بھارت- کوئی کرے تو کیا، یہ جنس آن مل ہے، اسکا مول نہین، داتا کی دولت ہی،
جسے اوس نے چاہی دیدی، تو اب صبر کی راہ لے اور حوصلہ کو توشہ بنا، تیرا تو سدا شیوہ شانتی
رہا، تجھے اتنی بے صبری کس لئے،

بھارت بولی، مین صبر کی راہون سے اچھی واقف ہون اور حوصلہ کی منزلون سے
خوب آشنا، مجھ پر کیا کیا نہ بیتی اور مینے کیا کیا نہ سہا، پر مینے زبان سے کبھی اُف تک نہ کی، مگر
یہان تو نہ سوال ہمت کا ہی، نہ حوصلہ کا معاملہ، یہ تو خودداری کا میدان ہی اور ننگ و نام کا
جھگڑا، مین آن کی آن مین اس پر اپنا آپ لٹا دون، مین گھڑی پل مین اس کے لیئے اپنی ہستی
مٹا دون، بھلا- عربستان کو ہندوستان پر عظمت، اوس دشتستان کو مجھ پر فضیلت، یہ بھلا مین

اپنی آنکھوں دیکھوں! بس! یہ نہ ہوگا! ہرگز نہ ہوگا!!

اے رسول عربی۔ تو خود ہی ہند کی بیچارگی دیکھ اور ہندیوں کی چارہ سازی کر، اے احمد تیرے عشق نے اِک ہندی کے دل پر زخم کاری لگائے ہیں، تو آ، دلنوازی کر، چودہ صدیاں شاہد ہیں، کہ کوئی یوسف تیرے پایہ کا کسی مصر میں کبھی عزیز نہ بنا، نہ کسی کی گرم بازاری ہی نے یہ رونق پکڑی جو حُسن حقیقت نے تجھے عطا کی، پھر کون ہو جو تیرا شہرۂ خوبی اپنے گوش ہوش سے سُنے، اور تیری کشش حُسن سے بچ نکلے،

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　　بسا کین دولت از گفتار خیزد

اے پریتم پیارے، میرے بھاگ تو کہاں کہ مینے تیرے درشن کئے ہوتے، پر تو ہی نے کوئی سنبند کا ایسا جھروکہ بتایا ہوتا کہ جہاں سے تیرا نظارہ نظر پڑتا، مگر یہ کہاں! میری شومی بخت

گفتا کہ چو کشتیم بزاری　　　زان پس رہ مرمت نداری

بر دل رقم وفا نگاری　　　تو خود سر وصل مانداری

من عادت بخت خویش دانم

یا محمدؐ، سنتے ہیں جس بشر نے تجھے نظر دل سے دیکھا، اوس کا دل تیری ہی نذر ہو رہا، جس آنکھ نے تجھے ایک دفعہ نگاہِ شوق سے تاکا، وہ پھر مشتاق نگہ غیر نہ ہی، کہتے ہیں تیری چھب بڑی موہنی تھی، اور تیرا روپ انوپ تھا، تیری آنکھ جادو تھی اور تیرا کلام قرآن تھا، اسے دلدار عرب سنتے ہیں۔ تیری پریت کی جوت جس من میں جگی، پھر وہ بجھائے نہ بجھی، اے تاجدار عرب کہتے ہیں،

غلام نرگسِ مستِ تو تاجدارانند　　　خرابِ بادۂ لعلِ تو ہوشیارانند

پھر اے خسروِ خوبی کرنا ایک نظر ادھر بھی، بھلا دیکھ تو! تیرے در پر کھڑا دستِ سوال دراز کیے ہی، دے نامِ عشق کچھ زکوٰۃ حُسن اُسے بھی، مانا کہ تیرا مداح خود کبریا ہے، مانا کہ تو حبیبِ خدا ہی، مگر یہ تو مین کیونکر کہون

تیرے خریدارون مین ہون　　　تو سراپا ناز ہی مین نازبردارون مین ہون

اے نازنین جو تیری نازبرداری بھی نصیب مین نہ ہو، تو نام مولا آتنا تو کر ذرا پل بھر آ، اور اتنا تو بتا جا، تجھے یار و اغیار مین فرق کیون، تجھے دوست دشمن مین امتیاز کب سے، تجھے نیک و بد مین تفریق کس لیے، اے مایۂ ناز جو یہ نہین، تو ہم سے بے رخی کیون، پھر ہم سے حجاب کیسا۔ آ

بے حجابانہ در آ از درِ کاشانۂ ما　　　کہ کسے نیست بجز دردِ تو درخانۂ ما



باب اوّل

عرب

عرب مین قبیلہ قبیلہ کے لوگ جدا جدا رہا کرتے تھے، ملک ریگستان تھا اور علاقہ پہاڑی بھاری قصبہ یا شہر آباد ہونا تو درکنار، بڑی آبادی ہی ایک جگہ ہونی محال تھی، بس جہان تھوڑا بہت پانی نظر آیا، ذرا سبزہ نے منہ دکھایا، وہین بیٹھ گئے، اور خیمے ڈیرے ڈال دیئے وہین رہنے لگے اور اُسی جگہ اپنا ٹھکانا بنا لیا، یہی روش مکہ والون کی تھی، اور یہی رویہ گرد و نواح کے لوگون کا تھا،

حکومت

مکہ مین کوئی راج راجہ نہ تھا، بڑے بڑے قبیلون سے دس آدمی چن لیے جاتے تھے، وہی راج کا کام کرتے تھے، اور انھین لوگون مین سے خانۂ کعبہ کے متولی بھی ہوا کرتے تھے، مدتون یہی عملدرآمد رہا اسی طریق پر وہ لوگ کاربند رہے، ایک دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا، کہ غنیم نے باہر سے آکر مکہ پر ایک زبردست دھاوا کیا، آنحضرت صلعم کے پردادا ہاشم نے وہ مقابلہ کیا اور ایسی جان توڑ کر لڑے۔ کہ دشمن کو شکست فاش ہوئی، اور اُسے بھاگتے ہی بنی، اس نمایان کام کے صلہ مین لوگون نے بزرگ ہاسم کو سردار مکہ مقرر کر دیا، اور عہدہ میراث مین دیدیا،

آنحضرت

آنحضرت صلعم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ کی عمر کا چوبیسوان سال تھا جب بی بی

آمنہ سے نسبت ہوئی، گھرانا بڑا تھا اور خاندان شریف، بس دھوم دھام سے بیاہ رچا، دعوتیں دی گئیں اور خوشیاں منائی گئیں، بی بی آمنہ جو خوبروئی میں رشک مہ تھیں تو خوش روی میں شہرہ عرب تھیں دن دونوں کے اچھے پریم پیار سے کٹنے لگے، مگر فلک نا ہنجار اس نے بھلا کب کسی دو گھڑی آنند کی دی یا پل بھر چین ہی لینے دیا،

کوئی دم کیجئے کس طور سے آرام کہیں چین دیتی ہی نہیں گردش ایام کہیں

آغاز مسرت ہوا ہی تھا، کہ اختتام خوشی بھی ساتھ ہی ہوگیا، یک قلم کوہ غم آمنہ کے سر پہ آ ٹوٹا، بزرگ عبد اللہ تجارت کے لئے سفر کو گئے تھے، واپسی پر جب مدینہ پہنچے، تو بیمار ہوگئے، بیمار بھی ایسے کہ جان سے لاچار، دفعۃً قضا نے آگھیرا، پیغام اجل آپہنچا، اور روح پرواز کرگئی، رضائے الٰہی ابھی عمر کا پچیسواں سال بھی ختم نہ ہونے پایا تھا، کہ قضا و قدر نے آپ کی زندگی کا خاتمہ کردیا، بی بی آمنہ کا نخل مراد ابھی بارور نہ ہوا تھا، کہ باغبان چمن عالم سے رخصت ہوگیا، وائے حسرت، اُف ری بدنصیبی، بزرگ عبد اللہ کو وہ نونہال دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا، جسے جگت کو نہال کرنا تھا، اُسے کیا خبر تھی، کہ اُس کے لگائے ہوئے پودے تلے اِک خلق خدا سایۂ شفاعت ڈھونڈے گی، نہ اُسے یہی علم تھا، کہ اُسے گھر بہتی گنگا سے تشنہ لب جانا ہے،

جو رنج و صدمہ شوہر کی وفات سے بی بی کے دل پر گذرا، اوس کا تو کیا ٹھکانا ہی، مگر آنحضرت صلعم کے دادا عبد المطلب کی جو جانکاہ حالت ہوگی، وہ تو حد بیان سے باہر ہے، اُدھر سو سال کی عمر گویا حد پیری بھی ہوچکی تھی، اِدھر سب سے چھوٹے لخت جگر اور سب سے پیارے سپوت کا عین عالم شباب میں رحلت کرجانا، خدا امان دے، اللہ دشمن کو بھی اِس صدمہ سے محفوظ رکھے، بزرگوار کے

دل پر کیا کیا نہ گذرتی تھی، بیٹے کے درد سے بے بس و بے قرار، اور اوس کے دُکھ سے لاچار بے چین ہو جاتا اور بار بار یہی زبان پر لاتا، کہ کیا میں نے اِس راحتِ جان کو اسی لئے پالا تھا، کہ آج اِس بڑھاپے میں دنیا کے دُکھڑون کا ورثہ باپ کے لئے چھوڑ جائے اور آپ چلتا بنے، اے اجل! اگر تو نے میرے دن ختم کر دئیے ہوتے، تو آج میں اِس عذاب قیامت سے جو میرے لختِ جگر کی رحلت سے مجھے دیکھنا پڑا ہی، بچ گیا ہوتا، میں اپنی آنکھوں وہ شمع روشن تو گل ہوتے نہ دیکھتا الغرض بزرگ کی بے قراری کا کچھ ٹھکانا نہ تھا،

اِدھر یہ بیکسی اور بے بسی کا عالم تھا، اُدھر فرشتہ غیب کہہ رہا تھا، کہ اے ہمت کے ہیٹے اور حوصلہ کے پست، اِس وسعتِ خیال کے میدان میں تو اِس قدر تنگ خیالی سے کام نہ لے، اور نہ عقل کی باگ ہاتھ سے دے، جس نصیب سے تو بہرہ در ہے، اوس کی تجھے کیا خبر، جو بھاگ بھگوان نے تیرے لیئے لکھے ہین، اون کا تجھے علم ہی کہان، کدھر ہے تیرا دھیان اور تو ہے کس سوچ مین، ذرا ہوش کی لے، اور عقل کی آنکھ کھول، جس یتیم کو مکہ کے پریم نگر مین اپنی چھب دکھلانی ہے، وہ ابھی تیری آغوشِ الفت مین آکر نہین بیٹھا، جس شمع کو اپنی اچنبہ روشنی سے عرب کا اندھیرا اُجالا کر دینا ہی، وہ ابھی روشن نہین ہوئی، جس چندرما کو بھارت مین چودھوین کا چاند بنکر چمکنا ہے وہ ابھی نہین نکلا، جس مہر انور کو اپنے نور سے عالم کو بقعۂ نور بنا دینا ہے، وہ ابھی نمودار نہین ہوا، جس موذن کی بانگ کو عرب کے کھنڈرون سے نکل کر ہمالہ کی چوٹیون پر گونجنا ہی، وہ ابھی ممبر پہ نہین چڑھا، جس نامور کو تیرا نامِ نامی شہر بہ شہر رشک عالم بنانا ہے، وہ شہرۂ آفاق ابھی تیرے ہان پیدا نہین ہوا،

ابھی یہ اوس فرشتہ کی زبان پر ہی تھا کہ

نعت صلعم

ایکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت | بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت | چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

دعائے خلیل و نویدِ مسیحا

سورۂ بقر کے رکوع پندرہ مین رقم ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی کہ اے خدا، مکہ والون مین ایک نبی اُنھی مین سے بھیج، ایسا ہی سورۂ صف کے پہلے رکوع اور انجیل یوحنا کی سولھوین باب مین حضرت عیسٰیؑ نے اپنی قوم کو بشارت دی تھی، کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا، نام اوس کا احمد ہوگا، آنحضرت صلعم نے خود بھی فرمایا ہے، کہ مین اپنے دادا حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور بھائی عیسٰیؑ کی بشارت ہون، آخر وہ نیک ساعت آپہنچی جس کا انتظار تھا، اور وہ شبھ لگن آگیا جس کا وعدہ تھا، چڑھا وہ سورج بھگوان جس کی سنہری کرنون سے شرق مین جگمگ جگمگ ہونے لگی، نکلا وہ چودھوین کا چاند جس کی چاندنی سے غرب کی تاریکی روشن ہونے لگی، خالق خود خاکی پیرہن پہن آیا،

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش | من اندازِ قدت را می شناسم

بی بی آمنہ کے ہان پوت ہوا، پوت وہ سپوت کہ جس کی آمد سے عرش فرش پر اوس کی دھوم ہونے لگی،

بطحا کا باشی من موہن جب فرش پہ آیا تن مین | تب کا سے کہون میں سے ری سکھی جو دھوم تھی گگن بھگان مین

سب حور و ملائک جن و بشر ساتون ہی فلک اور سارے نبی | تھی صلِ علی کی دھوم مچی آتی تھی صدا یہی کانن مین

صانع نے اپنی صنعت کے کرشمے بارہا دکھائے، طرح طرح کے شمع رو بنائے، اور عجیب و غریب مہرو دکھائے، مگر ذات حق نے اب کے وہ کانِ خوبی دکھائی، کہ جہان سے عالم بھر کے خوبان نے اپنی اپنی ملاحیت پائی،

جب حسنِ ازل پردۂ امکان مین آیا | ہر رنگ بہر رنگ ہر اک شان مین آیا
حرمت سے ملائک نے اُسے سجدہ کیا ہی | جس وقت کہ وہ صورتِ انسان مین آیا
گل ہی، وہی سنبل ہی، وہی نرگسِ حیران | اپنے ہی تماشہ کو گلستان مین آیا
قانون وہی ساز وہی طبلہ وہی ہے | ہر تار مین بولا وہ ہر اک تان مین آیا
اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن | مذکور یہی آیت قرآن مین آیا

دادا خوشی

بزرگ عبد المطلب نے جو سُنا کہ میرے گھر پوتا پیدا ہوا ہے، بے اختیار ہو گیا، بچہ کو جو دیکھا تو خوشی سے آنسو پھوٹ نکلے، بار بار اُس ننھی جان کو چھاتی سے لگاتا تھا، اور پھولا نہ سماتا تھا، اب تو کیا تھا، اوس کا سبھی غم غلط ہو گیا، اور طبیعت خوشی سے مسرور ہو گئی، بیٹے کی موت کے زخم پوتے کی ولادت کے مرہم نے بھر دیئے، شاخ غم خشک ہو گئی، اور راحت کی کلیان نکل آئین، باوجود اِس بڑھاپے کے جگہ بجگہ مجلسین کین، راگ رنگ منائے اور شادیانے بجوائے، گھر گھر جشن کیئے اور پُن دان دیئے، دادا کو اپنا مرحوم بیٹا دوبارہ نظر آنے لگ گیا، اوس کے لیئے تو گویا عبد اللہ نے از سر نو جنم لیا، بھلا اُسے یہ کہان علم تھا۔ کہ یہ اوس سرورِ کائنات نے جنم لیا ہی، جس کے نام کا ڈنکا چار کونن مین بجے گا، اور جس کا جھنڈا صحرائے ہستی پر لہیا

کرڈیگا۔ کہ نہ اُسے باد شرق ہلا سکیگی نہ صرصر غرب گرا سکیگی،

نا کی مسرت

اِدھر ماں کی یہ کیفیت تھی، کہ یا تو ہر وقت دامن آنسوؤن سے پُر تھا، اوٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے آہ سے کام تھا، یا نالہ سے غرض، نہ خود کسی سے ملنا ملانا نہ کسی اور کا ملنا اُسے بھاتا، اب کوئی اظہار ہمدردی اوس سے کرے بھی تو کیا، اور جو اوس کا دل بہلائے بھی تو کیونکر، بس یہان تو حقیقت وہ تھی، کہ

بروا ے طبیبم از سر کہ ز سر خبر ندارم ۔ بخدا رہا کنم جان کہ ز جان خبر ندارم

یا اب یہ حال تھا۔ کہ جو ہین بچہ سامنے نظر آیا، ہر غم متبدل بہ راحت ہو گیا، دنیا سے از سر نو وابستگی ہوگئی اور عالم سے ٹوٹا رشتہ بندھ گیا، نینون سے گیا گذرا نور پھر واپس آنے لگا، وہ احمد حسن کی آمد بی بی کو فرشتہ نے خواب مین جتائی تھی، ملک الملائک نے آنکھون کے سامنے لا دکھایا، پھر تو کیا تھا، جہان وحشت دن رات برستی تھی وہان راحت نے آ اپنا بسیرا بنایا، دن خوشی کے تھے اور راتین چین کی، ماں بچہ کو جو دیکھتی تو باغ باغ ہو جاتی، بچہ کی نظر جو کہین ماں پر جا پڑتی، تو اوس کی سو سو بلائین لیتی، اور ہزار جان سے اوس پر قربان ہو ہو جاتی، لوگ جو بچہ کو دیکھنے آتے، تو اُسے بھولی پیاری ننھی شکل بتاتے، کہتے اِس کے لب لعل ہین اور چشم جادو،

تجھ لب کی صفت لعلِ بدخشان سے کہونگا ۔ جادو ہین تیرے نین غزالان سے کہونگا

دی حق نے تجھے بادشہی حسن نگر کی ۔ جا کشور ایران مین سلیمان سے کہونگا

خویش و اقارب بی بی سے یہی کہتے، کہ بی بی تجھے مبارک، آمنہ تجھے سو سو مبارک، تیرے سوئے بخت جاگے جو تیرے گھر لڑکا پیدا ہوا، اِسے حیاتی ہو، اِسے جوانی نصیب ہو، اِس کا

اقبال بڑھے، اِس کا ستارہ چمکے، بی بی یہ بڑا ہی حسین ہے، یہ کیا ہی عجب نازنین ہے،

اے چہرۂ زیبائے تو رشکِ بتانِ آذری	ہر چند وصفت می کنم در حسن زان بالاتری
آفاق را گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام	بسیار خوبان دیدہ ام اما تو چیزے دیگری
تا نقش می بند دفلک کس را نداد ایں نمک	حوری نہ دانم یا ملک فرزند آدم یا پری
ہرگز نیاید در نظر صورتے از رویت خوبتر	شمسی ندانم یا قمر یا زہرہ یا مشتری
تو از پری چابکتری وز برگ گل نازکتری	زہر چہ گویم بہتری حقا عجائب دلبری

بچہ کو طو

مطابق رسم در واج عرب کے اب بچہ کو خانہ کعبہ لے جاتا تھا، چنانچہ عبد المطلب نے اُسے گود مین لے لیا، اور طواف کو لے چلا، حرم محترم مین پہنچکر بزرگ نے اون سلون کو سجدہ دیا اور بتون کے آگے سر جھکایا، اور اون کے حضور مین دعا مانگی، کہ اے بتو، میرا بخت خفتہ بیدار ہوا، میرا بھولا بھٹکا نصیب یاور ہوا، جو میرے بیٹے کے گھر بیٹا ہوا، اے مندر کی مورتیو، میرے بچہ کو حیات بخشیو، اور اس کی عمر دراز کیجیو، وائے حسرت،

بزرگ کی بھلا دہ دور بین آنکھ کہان، کہ وہ دیکھ سکتا کہ میرے بچہ کے دست قدرت مین تو اِن بتون کی اپنی حیات ہے، اور اِس کے بازوے ہمت مین اِن کی اپنی عمر درازی ہے، مین بھلا اس بتکدے مین یہ کیا دعا مانگتا ہون، اور اس صنم خانہ مین دست بدعا کس سے ہون، راز ربی سو سال کا بڈھا بزرگ، عمر گذری مورتی پوجن مین، سینکڑون پجاریون کو اِن کی پوجا کرتے اور جاتریون کو اِن کی آستین چومتے دیکھا، مگر یہ نہ دیکھا کہ بھلا اِن سے تسکین قلب کسی کو ہوئی بھی، آخر خدا کی شان اس پر پھر بھی اوس کا اعتقاد کامل، اِن ہی کی ذات پر کہ جو ملیگا

تو ان ہی کے در سے، اور جو بگڑی کبھی بنی تو ان ہی کے جناب سے،

بھولی دنیا۔ بھلا بتون نے کب کسی سے وفا کی، ایک نہین کوئی ہزار جان سے ان پر نثار ہو، تن من دھن سبھی لٹا دے، کوئی من چلا ان کی آستین پہ سر گھسا دے، مگر یہ وہ ذات ہین، کہ کبھی خاطر مین نہ لائین اور آنکھ سے آنکھ نہ ملائین، بڑے بڑے خانمان انھون نے تباہ کیئے، بڑے بڑے خوبرو جوان انھون نے فنا کیئے، بتون سے وفا ڈھونڈھنا، ان سنگدلون سے پیار کرنا، خدا اپنا ہ دے، ان کا عشق بری بلا ہی، نہ اس کے ڈسے کا علاج نہ کاٹے کا منتر مگر کون سمجھاے اس بزرگوار کو؟ اور کوئی اوس سے کہے بھی تو کیا؟ اوس کے لیئے لات وہبل تو ناتھ و بند تھے، وہ بھلا کہان کسی کو سنتا تھا،

بت پرست بزرگ نے بتون کے گرد آخر بت شکن بچہ کو پھرایا، طواف کیا، اور سجدہ کرایا، اس رسم و رسوم سے فارغ ہو گھر واپس آیا، اور سب کنبہ قبیلہ کو بلوایا، خویش برادری اکٹھے ہوئے، راگ رنگ کی محفل رچی، اور بچہ کا نام نامی اسم گرامی محمدؐ رکھا گیا،

زبان پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا ۔۔۔ کہ میری نطق نے بوسے مری زبان کے لیئے

بچہ نے ابھی چند ہی روز مان کا دودھ پیا ہوگا، کہ اُسے ملک کے رسم و رواج کے مطابق ایک دودھ مان (حلیمہ) کے سپرد کر دیا گیا، چار سال تک اوس نے اسی کی گود مین پرورش پائی، اور اسی کے ساتھ رہا، یہ دو دفعہ سال مین بچہ کو مان کے پاس دکھلانے لایا کرتی تھی، مان جو بچہ کو دیکھتی، تو باغ باغ ہو جاتی، کہتی اِس غنچہ دہن نے مجھے نہال کر دیا ہے، مگر اُسے یہ خبر نہ تھی، کہ اِس نونہال کی مہک کو چمن عالم کو نہال کر دینا ہے، عرب مین ویسے تو خاندانی

اکے
لرنا

بچہ دو برس تک اناؤن کی گود مین پرورش پایا کرتے تھے، مگر بی بی بڑی دور اندیش تھی، اُس نے بجائے دو کے چار سال بچہ کو حلیمہ کے پاس ہی رہنے دیا، تاکہ شہری عفونت سے دور دیہاتی آب و ہوا مین یہ سبزہ حُسن نشو و نما پائے، اور آئے دن ضعف کا نوالہ اور امراض کا شکار ہی نہ ہوا رہے،

بظاہر بچہ کی مان سے یہ علیٰحدگی کوئی بڑی بات معلوم نہ ہو، مگر فی الحقیقت یہ ایک بھاری بات ہی، کہنے اور کرنے مین بڑا فرق ہی، ایک نوجوان بی بی، پھر بیوہ، اُس پر اکلوتہ بچہ، ایسے بچہ کو اپنے سے علیٰحدہ کرنا اور چار سال تک اُس سے علیٰحدگی رکھنا کار سے دارد، بچہ سے جدائی اختیار کرنا بدین خیال کہ اسے تن توانائی حاصل ہو، بلا سے مجھے غم جدائی کا سامنا ہوتا ہے تو ہو، یہ ہر کہ و مہ کا کام نہین، یہ اُسی نیک و زیرک مان کا کام ہے، جو نہ صرف دور بین آنکھ رکھتی ہو، بلکہ جسے صبر و شکر کا یارا بھی ہو، یہ ایک وصف خداداد ہی، وگرنہ کسی خوبرو مین یہ خوبیان! حسن و دانش کا پیوند! یہ ایک اچنبھا ہی، ہم نے تو حسن حسین کو دیکھا، اجہل ہی دیکھا، صانع نے جسے شکل دی، اوس سے پہلے عقل لے لی، مگر ایک آمنہ تھی، کہ جس مین یہ جوڑ میل برابر کا موجود تھا،

مان کی

مان کی یہ دلی مراد خوب بر آئی، بچہ کی صحت کے نہال نے ایسی جڑ پکڑی کہ مصیبتون کے سینکڑون طوفانون سے اُسے مقابلہ زندگی مین پڑا، مگر وہ اوسکا پتہ تک نہ ہلا سکے، افسوس ہے تو یہ کہ مان کو اپنی محنت کا شجر پھلا پھولا دیکھنا نصیب نہ ہوا، مان بیٹے نے بمشکل تمام دہی سال اکھٹے گذارے ہونگے، کہ قضا و قدر نے پردۂ مفارقت درمیان مین ڈال دیا، حضرت آمنہ راہی ملک عدم ہو گئین، اور چھ سال کا خورد سال پیچھے چھوڑ گئین، عبرت کا مقام ہی، کہ مان بے بس،

بستر مرگ پر پڑی ہے، اور بچہ کی بیکسی پر دم بخود ہے، دل مین کہتی ہی کہ بس اب گھڑی ہے کہ پل،
کون اس کی دیکھ بھال کرے گا نہ اس کا کوئی بھائی ہے نہ بہن، باپ قدرت نے پہلے ہی
لے لیا تھا، اب مین بھی پا بر کاب ہون، ہائے ری میری قسمت، اُف ری میری شومی بخت،
مان حسرت بھری نگاہ سے جان مادر کو بار بار تکتی، مگر حالت نازک تھی اور وقت نزع کا، آنکھ
اُٹھانا اور نظر بھر کر دیکھنا بھی تو کٹھن ہو رہا تھا،

حالت

اُدھر بیٹا ششدر و حیران سر جھکائے غم کی شکل بنائے کھڑا تھا، کہ یہ کیا ہو رہا ہے، باپ کا
نام و نشان نہ دیکھا، مان دیکھنی نصیب ہوئی تھی وہ بھی اب چلی، یہ دردناک نقشہ دیکھکر خویش و اقارب
خون روتے ہون گے، اور شہر کے لوگ واویلا کرتے ہون گے، کہ یہ کیا ہونے لگا ہی، کوئی آنکھ
نہ ہوگی جو آنسوؤن سے تر نہ ہو، اور کوئی دل نہ ہوگا، جو دکھ کے دریا مین ڈوبا ہوا نہ ہو، ہر جگہ سکتہ کا
عالم ہوگا، اور شہر ماتم کدہ بن رہا ہوگا،

بچے بیچارے مصیبت کے مارے نے ابھی تھوڑا ہی وقت گذارا ہوگا، کہ ایک اور آفت اُسکے
سر پر ٹوٹ پڑی، جو آسرا دادا کا تھا، وہ بھی جاتا رہا، بزرگ عبد المطلب بھی چل بسا، اور آٹھ
سال کا یتیم بچہ پیچھے چھوڑ گیا،

بس اب تن تنہا واحد جان، دُکھون کے ساز درد دن کے سامان کرے تو کیا اور جائے تو
کہان، نہ باپ کی شکل دیکھی نہ مان کی گود کے سوائے کوئی آرام، اب طرح طرح مصیبتون سے مقابلہ پڑگیا
اور دنیا کے جھگڑون سے معاملہ، یتیم تو باپ کی موت ہی نے کر دیا تھا، مگر دادا کی وفات نے کاسۂ
غم بالکل لبریز کر دیا، مرضی مولیٰ، شریف گھرانے کا لڑکا شریف مکہ کا پوتا، آن کی آن مین بیکس

وبے خانماں ہوگیا، مگر اس بچہ کو یتیم کرنا بھی شاید راز ربی تھا، ذات حق کو اُسے ایک خاص منصب عطا کرنا تھا جس کے سرانجام کے لیئے تجربہ ذاتی کی اتنی ہی ضرورت تھی، جتنی کہ مشاہدۂ اصلی کی، چنانچہ حق نے جب اُسے اُس عہدہ سے سرفراز کیا، اور امتحان مین ڈالا، تو پھر وہ یتیم کیا خوب اُترا،

مصیبت مین غیرون کے کام آنے والا ۔۔۔ وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیرون کا ملجا ضعیفون کا ماوی ۔۔۔ یتیمون کا والی غلامون کا مولیٰ

امین الخطاب

اب پیچھے تو کون تھا، جو یتیم کو سنبھالے، بھلا ماں باپ کے سوائے کون کسی کو پالے، مگر خدا کارساز ہے، آپ کا چچا بزرگ ابوطالب ایک بڑا کنبہ پرور شخص تھا، اوس نے نہ صرف بچہ کی بچپن ہی مین پرورش کی، بلکہ جوانی مین بھی پورا پورا ساتھ دیا اور بڑھاپے تک برابر شامل حال رہا، بڑا وفادار مرد تھا، وہ وفا کا نام رکھ گیا، بزرگ نے اپنے ساتھ ہی آپ کو کام بیچ بیوپار کا شروع کرایا، اور دونون چچا بھتیجے اکٹھے باہر اندر آنے جانے لگ گئے، پچیس برس کی عمر تک آپ کو زیادہ تر مصروفیت و مشغولیت تجارت مین ہی رہی، اور جہان کہین باہر جانے کا اتفاق ہوا، چچا کے ساتھ ہی گئے، ایک دوسرے سے پل بھر کی جدائی بھی دوبھر معلوم ہوتی تھی، آپ نے تجارت کے کام کاج کو بہت اچھا نبھایا، اور اپنی طرز خوبی اور طریق حسنہ سے اپنے کاروبار مین بڑا نام پایا یہان تک کہ آپ کو لوگون نے صادقؑ اور امینؑ کے خطاب سے مخاطب کرنا شروع کر دیا،

تجارت

تجارت وصداقت ہر دو ضدین ہین، ان کا ساتھ ساتھ نبھانا گویا آگ پانی ملانا ہے، انکا اکٹھا کرنا کارے دارد، تجارت اول تو پیشہ ہی ایسا ہے کہ جس کے اشتیاق کی اگنی کو اگر حسد و حرص کی ہوا کے جھوکے ساتھ ساتھ دھونکتے نہ رہین، تو بیچ بیوپار کا گرم بازار آناً فاناً ٹھنڈا

ہو جائے، خواہ کوئی کتنی ہی جنس بے بہا کیون نہ رکھے، جب تک اُسے دھوکے کا رنگ نہ دے اور اُسے فریب کے شیشے مین نہ اُتارے، کوئی اُسے لینے کا نام تک نہین لیتا، جس جگ مین محبت کا معیار زر اور پریت کی پرکھ پیسا ہو گیا ہو، وہان مال و متاع کے خریداروں کی دلداری بھلا بجز ریاکاری کہان ہوئی۔ ایسے زمانے مین جب زر کا اِس قدر زور رہا ہو اور محبت کا عالمگیر قحط، تو مکر و فریب سے بھاگنا اور راستی پر چلنا، جھوٹ سے کنارہ کرنا اور صادق و امین کہلانا یہ کسی کا کام ہے

پھر سچ بولنا کِس روئے زمین پر؟ عرب کے اندھیرے مین، جہان نہ عقل کی روشنی ہو نہ تمیز کا اُجالا جیسے دیکھو اندر باہر سے کالا، جہان لوگ ہر کالے فن مین ماہر ہون، اور ہر سیاہ ہنر مین طاق، وہان اگر راستی جائے تو اپنا منہ ہی کالا کرانے جائے، ایسے بدکردارون مین نیکوکار ہو کر رہنا یہ کسی کا کام ہے، کوئی ہے آدم کی اولاد سے ایسا! کوئی ہی مردِ میدان اِس طرح کا! جسے دعویٰ ہو، وہ آئے نکلے اور دکھائے اپنا کرتب،

پھر سچ بولنا کِس عمر مین، جب سِن ہو بیس پچیس، عین جوانی اور اندھی مستانی، یہ عمر زندگی کا وہ حصہ ہے، جب سچ بولنا تو درکنار، یہ سوچنا کہ سچ کہا جائے یا جھوٹ، اِنسان خاطر مین نہین لاتا، یہ بلا کا وقت ہے، اِس وقت جوانی کی اُمنگ اور شباب کے ولولہ اپنی دھن مین بشر کو ایسا منہ زور اور بے لگام لئے جاتے ہین، کہ وہ دائین بائین نگاہ تک نہین کرتا کہ کون سی راہ راست ہے اور کدھر کو ہے کج روی، اُسے خبط ہے تو بس اِک اپنے خیال سے کہ جس طرح بھی ہو، یہ خبط پورا ہو، جھوٹ موٹ جو بھی بن آئے، بناؤ۔ مگر اپنا جنون نبھاؤ، یہ جوانی بڑی بلا ہے، اِس کا امنڈا ہوا دریائے، الامان، جو ہوئے جوانی کی ایک لہر جو آئے، تو تمام خرمن ہوش و حواس کے بہا لیجائے،

اِس کے شباب کی اُمنگ کا دریا جو کبھی جوش و خروش مین آجائے، تو عقل و خرد کے تمام اشجار کو جڑ سے اُکھیڑ لیجائے اور جو کبھی اِس کے دلولون کی ندی نالے طغیانی پہ آجائین، تو بڑے بڑے گنی پنڈتون اور دھرم وان کبیشرون کو معہ اون کے سب گیان گوشٹ کے آگے بہا لیجائے،

مگر کے اِس عالم مین صادق القول بنا بشر کی مقدور سے دور ہے، اور انسان کی طاقت سے باہر، یہ بات ہی کچھ اور ہے، آؤ لوگو، دیکھو، یہ طلسم حق ہے، اے آنکھ والو دیکھو تربیت کے سلسلہ کو برہم نہ کرو، اور نرنکار کے نور کو اجسام خاک مین نہ ملاؤ، آؤ، اس امین کو دیکھو، یہ امن روپ ہے یہ سندر سروپ ہے، اے کانون والو، اِس صادق کی سنو، یہ کانِ قرآن ہے، یہ صداقت کا پیغام ہے،

خدیجہ کو تلاش

اِن دنون مکہ معظمہ مین ایک بیوہ بڑی شریف گھرانے کی متمول رہا کرتی تھی، نام اوسکا خدیجہ تھا، اور عمر کوئی چالیس کے قریب تھی، دولت حسن، خدیجہ کی بڑی تھی، مگر دنیا کا مال متاع اوس سے بھی کہین زیادہ تھا، البتہ اگر کمی تھی تو یہ کہ اُسے کوئی لائق منتظم نہ ملتا تھا، جو اوس کے کاروبار کو خوش اسلوبی سے سنبھالے، جس کسی کے سپرد وہ کام کرتی تھی، وہ اُسے جمع خرچ پورا کر دکھاتا تھا، باقی خیر و عافیت، اسلئے خدیجہ کو بھلے آدمی کی تلاش پڑی رہتی، مگر کام کا آدمی بھلا کہان ملے، اوس نے کوشش نہ چھوڑی اور جستجو برابر رکھی، آخر اوس کے کانون تک بھی آپ کی دھاک جا پہنچی، کہ اِک نوجوان لڑکا محمدؐ نامی بڑا ہونہار ہے، واک کا سچا، اور زبان کا پورا ہے، سچائی سے ایک قدم پرے نہین ہٹتا، اور جھوٹ کے نزدیک نہین جاتا، لقب اوس کا امین اور خطاب اوس کا صادق ہے، خدیجہ کہنے لگی کہ جو ایسا آدمی میرے ہاتھ آجائے تو میرا سبھی بگڑا کام بن جائے، اوس بگڑی بنانے والے کو یہ منظور تھا، کہ خدیجہ کا نہ صرف ایک ہی

خدیجہ کی

بگڑا کام بن آئے بلکہ اُسے ایک ایسا کارساز مِل جائے، جو اوس کا دائمی ساتھ نبھائے چنانچہ بی بی نے
آپ کو ایک پیغام بھیجا، کہ جو تم میری ملازمت اختیار کر لو، اور میرے کام کو حسن انتظام سے نبھاؤ،
تو مین تمھین اوس آمدنی سے دوچندہ دیا کرون گی، جو اب تمھین ہوا کرتی ہی، مجھے دیانت دار اور راست
گفتار آدمی کی بڑی چاہ ہی، تمھاری سچائی کی خوبی اور دیانت کے شوق نے مجھے تمھارا مشتاق بنا
دیا ہی، جو تم میرے مال کو اپنا مال سمجھو اور میرے نقصان کو اپنا زیان، تو پھر کوئی حق خدمت بھی
جو تم مانگو، مجھے دینے مین دریغ نہ ہوگا، جو یہ شرائط تمھین منظور ہون، تو مجھے تم ہر طرح مقبول و منظور ہو،
آپ کو جو یہ پیغام آیا، تو آپ نے بعد صلاح مشورہ اپنے چچا کے یہی فیصلہ کیا کہ ایسی قدر شناس
عورت کی ملازمت ضرور اختیار کر لینی چاہیئے، چنانچہ آپ خدیجہ کی خدمت مین چلے گئے، آکر کام
کاج سنبھال لیا، اور کاروبار کرنا شروع کر دیا،

دل ملنا

ابھی تک تو سب سنی ہی سنائی شہرت تھی، جس پر خدیجہ نے آپ کو اپنا ملازم مقرر کیا تھا، اب
اوس نے اپنی آنکھون بھی دیکھا کہ نہ اسے دکھلاوے سے غرض ہی، نہ نشتری سے کام، نہ اسے دِن
چین ہی نہ رات آرام تو خدیجہ جب یہ دیکھتی تو خوش و خورم ہو جاتی، اور ہو کیون نہ، کام اوس کا دِن بدن
بڑھنے لگا اور ستارہ اوس کی دولت کا چمکنے لگا، جون جون آپ کی قدر و قیمت خدیجہ کے دل مین بڑھتی
گئی، ویسے ہی ساتھ ساتھ محبت کی شمع بھی اوس کے دل مین روشن ہوتی گئی، آنکھوں والو، آنکھین بڑی
نعمت ہین، خدیجہ آنکھ رکھتی تھی، اُسے احمد کے اُجالے مین حقیقت حق نظر آنے لگ گئی، ادھر وہ سراپا
نور، اِدھر یہ حقیقت بین نین، بھلا اثر کیسے نہ پیدا ہو، خدیجہ کو الفت کی لو لگی، اور اوس کے
من مین کسی کے پریم کی جوت جلنے لگی، کیا صداقت و کیا دیانت داری، کیا خوبروئی و کیا خوش گفتاری

سب نے مِل جُل کر ایسا چھاپہ خدیجہ کے دل پر مارا کہ اُسکا قلعۂ دل تسخیر ہو ہی گیا

دل می رود ز دستم صاحبدلان خدا را | درداکہ رازِ پنہان خواہد شد آشکارا
کشتی شکستگانیم اے بادِ شرطہ برخیز | باشد کہ باز بینیم آن یارِ آشنا را
اے صاحبِ کرامت شکرانۂ سلامت | روزے تفقدے کُن درویشِ بینوا را

خدیجہ دل ہی دل مین کہتی ہوگی، کہ کل تک تو مین اچھی بھلی تھی، اب بیٹھے بٹھائے، مجھے یہ کیا ہونے لگ گیا، یہ اب بات بنیگی کیسے، ایک تو خلقت مجھ پر طعنہ کریگی، کہ چالیس کا تو اس کا سن ہو گیا ہی اور ابھی اسے برابر دنیا ہی کی دھن لگ رہی ہی، اوس پر مشکل یہ کہ میرا تو ادھر آغاز انجام ہی اور جوانی کا قصہ تمام ہی، اُدھر وہ رنگیلا، رسیلا جوان، حسینون مین بلا کا حسین، نازوالون مین اُعجوبہ نازنین، وہ مدھ بھرے نین وہ بانکی ترچھی نگاہین، وہ رُخِ انور اور اوپر کالی بلائین،

رخِ تو رونقِ قمر بشکست | لبِ تو قیمتِ شکر بشکست
من ز اوّل شکستہ پا بودم | عشقت آمد مرا بسر بشکست
ترکِ چشمت مرا بہ نیزہ بزد | نوکِ آن نیزہ در جگر بشکست
بر درِ دل رسید و حلقہ بزد | پاسبان خفتہ بود در بشکست

اِن ہی ترنگون مین خدیجہ کا دن سے رات اور رات سے دن ہوجاتا، نہ کوئی تجویز بن آتی، نہ کوئی تدبیر ہی سوجھتی، ہر وقت اسی خیال مین رہتی، کہ کوئی ایسی صورت بن آئے، جو من کی مراد بر آئے، اوس بیچاری کو اب دن رات یا تو کعبہ کا طواف تھا، یا بتون کی پوجا، اون کے حضور مین جا دعائین مانگتی، اور اون کے روبرو منتین مانتی، خدا کی شان، خدیجہ بتون کے سامنے اوس بت کی

آرزو مین جا جبین نیاز ملتی، بہت وقت ایسے ہی اوس نے گذارا، کہ کچھ اوس کا بینے بھلا بنا ہی کیا تھا،
آخر ایسی دل برداشتہ ہوئی، اور اوس کے شیشۂ دل مین ایسی ٹھیس لگی، کہ اُسے اندر ہی اندر بتون
سے نفرت پیدا ہونے لگ گئی اور جون جون آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات سے خدیجہ کا عشق بڑھتا گیا،
ساتھ ہی ساتھ بتون سے دل ہٹتا گیا، ایک دن جو طبیعت اوس کی بہت تنگ ہوئی تو بے ساختہ کہنے
لگی، کہ مینے اِن کعبہ کے بتون سے آخر کیا پایا، ناحق رو رو اپنا آپ ہی گوایا، مینے چھوڑے یہ بت بے پیر،
نہ اِن سے کوئی تجویز بن آتی ہے نہ تدبیر، یہ بس پتھر کی مورتی ہین اور کالے کاٹھ کے بُت، اِن مین کھا ہی
کیا ہے لعنت ہو اِن پر اور پھٹکار اِن کے پوجنے والے پر، نہ مجھے اِن کا بھروسہ رہا ہے نہ اِن پر اعتقاد،
اب میرا بت ہے تو ایک، اور دلدار ہے تو ایک، اب سر بسجود ہونگی تو احمدؐ کی جناب مین، اور دست بدعا
ہونگی تو محمدؐ کے حضور مین، کہان مین اِن نامحرمون کے پاس روز جاؤن، اور حالِ دل اِن سنگدلون کو
سناؤن، اب اِن کے آگے دست سوال دراز کرون، بس ہو چکے میرے سوال اور دے چکے یہ جواب
میرے من کے مندر مین بسے ہے میرا محمدؐ، مین کیون نہ یہ راہِ مستقیم لون اور دلدار کی درگاہِ عالی پہ خود
جا حاضر ہون، چاہے اب تمام عرب مجھ سے مکھ موڑ جائے چاہے سارا جگ مجھے چھوڑ جائے، بس مین
اب پوجون گی تو اک دلدار محمدؐ کو،

سر سلسلۂ اہل جنون، موئے محمدؐ — محراب عبادت خم ابروئے محمدؐ

والشمس کنایہ بود، از روئے محمدؐ — واللیل اشارت کند از موئے محمدؐ

بر باد دہد خرمن صد طبلۂ عنبر — یک نفحہ رسد گر ز دو گیسوئے محمدؐ

تا گل بچکد از عرقِ روئے محمدؐ — شد بلبل جان شیفتہ بر روئے محمدؐ

خدیجہ نے اب ارادہ مصمم کر لیا، کہ مین خود جاؤن اور رازِ دل آنحضرت صلعم سے جتاؤن، اور یہ کہون کہ اے صادق، مجھے قسم ہے تیرے نقشِ کفِ پاکی کہ تو دیانت مین شہرۂ آفاق ہی، اور راستی مین رشکِ عالم، مگر تو ہی مجھے راستی سے اتنا تو بتا۔ کہ تونے میرے دل سے دیانت کی؟ اے امین، کب مینے یہ دل تیرے پاس امانت رکھا تھا، مینے تو صرف اپنا زر و مال تیرے حوالہ کیا تھا، دل کا بیوپار تو تیرے سپرد نہ کیا تھا، تونے یہ کیون لوٹ لیا، اِس شبخون کا مجھے تجھ پر شبہ بھی نہ تھا، نہ تیری ذات سے اِس دھاڑ ماڑ کا اندیشہ، کہنے لگی۔ بس مین یہ سب کچھ کہون گی، پھر دیکھون گی۔ بھلا کیا جواب اون سے بن آتا ہی، مگر ساتھ ہی دل مین یہ بھی کھٹک گئی، کہ باتین تو یہ سب کہنے والی ہین، مگر کہے گا کون،

یہ دستورِ زبان بندی ہی کیسا تیری محفل مین
یہان تو بات کرنے کو ترستی ہی زبان میری

غرض یوں تو ملازمون سے بھی بھری پڑی تھی یہ محفل
شاہ اگرچہ خود خدیجہ کے ملازمون سے تھا، مگر ہیبتِ حُسن اور رعبِ عشق بھی تو بلا کا اثر رکھتے ہین، کیا مجال کہ خدیجہ کا لب گفتگو کو ہل سکے، بہت جد و جہد اوس نے دل سے کی، کہ سامنے ہو آنکھ سے آنکھ ملا بات کر سکے اور رازِ دل جتا سکے، مگر حوصلہ کا قدم آگے نہ بڑھ سکا، بیچاری جہان کی جہان تھی وہین رہ گئی، دل مین جوڑ توڑ گر برابر لگا رہا، بہتیرے تجویز و تدبیر کے گھوڑے آگے پیچھے دوڑ ائے، مگر میدان عشق کا تھا، کوئی دو قدم چلا کوئی چار، کوئی یہان رہا کوئی وہان گرا، آخر مورچہ محبت دلدار شاہسوار کے ہاتھ رہا، خدیجہ گھبرا اُٹھی اور چلائی،

بجیرتم کہ عجب تیرِ بے کمان زدۂ
بجیرتم کہ عجب زخمِ بے نشان زدۂ

بکار دم بکہ گویم بگو چہ چارہ کنم
کہ تیرِ عشق مرا اندرونِ جان زدۂ

آخر جب دل کا بخار ذرا ٹھنڈا ہوا، اور سنبھلی، تو اوس نے سب معاملہ بےسہارہ سے

تجویز نکاح

دوبارہ نظر ڈالی، زمانہ کے گرم سرد سے خوب واقف تھی، اور طریق مصلحت سے خوب آشنا، دل مین
سوچا کہ یہ محبت کا میدان ہی، اور عشق کا معرکہ، غنیم زور آور ہے، اور مین قلعہ مین محصور ہون، جو مینے
سر فصیل سے باہر نکالا، تو نگاہ ناز کے تیرون کی بوچھار سے میرا بھی کام تمام ہو جائیگا، اور میری
اُمیدون کا خاتمہ، میری عقل کے ہتھیار اور ہمت کے سپہ سالار سبھی رہ گئے ہین، یہان اب ایک
مین ہی اکیلی بیٹھی کفِ افسوس مل رہی ہون، اب یہ بات بنے تو کیسے، اور ڈھنگ لڑے تو کس نوع یہ
یہ کام نہ داؤ پیچ کا ہی نہ مکر و فریب کا، کیونکہ نہ اُسے حرص و ہوا سے غرض ہے، نہ زن و زر کی پرواہ،
ہو نہ ہو کوئی اعلیٰ تدبیر سوچون، مگر تدابیر مین احسن تدبیر تو راستی ہی اور وہ صادق ہے بھی فریفتۂ راستی
کیون نہ ایک پیغام بر بھیجون، جو اُسے حقیقت حال بتائے، نکاح کا پیغام لیجائے، اور اُسے بھی حالِ
دلِ جا سُنائے، سوچ بچار اور آخر یہ صلاح پختہ کر لی، اور ایک معتبر ہم خیال اور اپنا محرم حال اس
کام کے لیئے انتخاب کر لیا، خدیجہ معاملہ فہم تو بڑی ہی تھی، جب قاصد پیغام لیے چلنے لگا، تو خدیجہ نے اُسے
بھیجا
پاس بُلایا، بٹھایا اور سمجھایا کہ دیکھ کہین ایسا نہ ہو، کہ تو اپنی نمک حلالی جتاتے جتاتے میرا ستیاناس
کر دے، جو تجھکو حق خدمت ادا کرنا ہی، تو اوس سے جو کہنا حق کہنا، اوس امیر الطبع کی طبیعت سے
مین خوب واقف ہون، اور اپنے دردِ دل سے بڑی آشنا، دیکھنا خبردار کہین تمہاری چترچالاکی
مین میرا بنا کام نہ بگڑ جائے، اور مین اپنا سا منہ تکتی رہ جاؤن، بات کام کی صرف ایک ہی ہے،
اور وہ یہ کہ تو صادق کے حضور مین چلا ہی، صداقت سے کام لینا، جتنا پوچھے اُتنا بتانا، کم و بیش
نہ کہنا، جب یہ سب بحث وغیرہ ہو چکی تو کہنے لگی، کہ جاتے ہی میری طرف سے عرض حال یون کرنا،
کہ اے خسرو خوبی، میری دولت دل تیری نگاہ کی نظر ہو چکی ہے، میرا املاک حوصلہ تیری

حیرت حسن نے تاخت و تاراج کر دیا ہے، میری مملکت عقل کو تیرے ناز و کرشمہ نے لوٹ لیا ہے، اور میری سلطنت خرمی مین تو فتح کے شادیانے بجا کر داخل ہو چکا ہے، اب یہان میرے پاس رکھا ہی کیا ہے، ایک تن تنہا! بس یہی اے یہ بھی تجھ پر صدقہ، لے تجھ پہ سو بار واری، یہ بھی آج سے تیرا، اب سب کچھ میرا تیرا! تجھے مجھ پہ فتح کامل ہے، اور میری تسخیر مکمل ہو چکی ہے، تجھے اپنی فتح کی خوشی اور میری تسخیر کی شادی مبارک ہو،

انتظار

خدیجہ کی آنکھین قاصد کی راہ پر لگ رہی تھین، کہ دیکھئے کیا جواب جانان ہو لاتا ہے، اور میرے نصیب کا فرشتہ مجھے کیا منھ دکھاتا ہے، ایک ایک گھڑی انتظار کی سو سو برس ہو رہی تھی، اور ناکامی کی تلخی ابھی سے منھ کھٹا کر رہی تھی، ہر چند امید باندھتی اور دل کو ڈھارس دیتی، مگر انکار کا خیال بھی جو کبھی اوس کے دل پہ کھٹک جاتا، تو چھاتی پہ ایک سانپ سا لوٹ جاتا، خدیجہ کو ایک سکتہ کا عالم تھا، اور ہوش و حواس باختہ تھی،

خبر تحیر عشق سن نہ جنون رہا نہ پری رہی
نہ تو تو رہا نہ وہ مین رہا جو رہی سو بیخبری رہی

تیرے جوش حیرت حسن کا اثر اس قدر سے یہان ہوا
نہ تو آئینہ مین جلا رہی نہ پری مین جلوہ گری رہی

خدیجہ ادھر بیکسی و بے قراری کی حد پہ پہنچ چکی تھی، ادھر قسمت کھڑی سرہانے ہنستی تھی، لیکن ابھی خدیجہ کو یہ علم نہ تھا، کہ جس شہ دو جہان کی ملکہ اسے بننا ہے وہ یہی تاجدار ہے، نہ اسے یہ خبر تھی، کہ جس سید المرسلین دل کے ہاتھون اسے مسلم اول بننا ہے، وہ یہی اسلام کا علم بردار ہے، نہ اسے یہ ہی پتہ تھا، کہ جس نبی کو اسے عالم مین سب سے اول نبوت کا یقین دلانا ہے وہ یہی نبیون کا سردار ہے، نہ اسے یہی علم تھا کہ جس دلربا کے دل مین گھر کئے رکھنا ہے، وہ

خدیجہ

یہی دلدار وفادار ہی، بھلا جب یہ سب کارن اُس کرتار کو کرنے تھے، تو نکاح سے انکار کہان ہوتا تھا
اگر ساتھ ہی خدیجہ کے مقسوم مین جو یہ خلش دل رقم تھی، یہ بھی تو اُسے دیکھنی تھی، اِس ورد سے بھی تو
اوس کا چھٹکارا محال تھا، ورنہ نکاح تو جناب باری مین ایک سطے شدہ معاملہ تھا، بس رشتہ پنہان تھا
جسے آشکار ہی کرنا باقی تھا،

اِدھر آپ کو جو پیغام مِلا، تو آپ نے اُسے گھڑی پل سوچا اور عقل کی نگاہ سے جانچا بھالا،
پھر پیغام بر کو مُسکرا کے کہا، کہ بھائی مجھے کیا اعتراض اِس مین ہوسکتا ہی، البتہ ایک فکر ضرور ہی،
وہ یہ کہ مین ایک غریب شخص ہون، اور خدیجہ بڑی زردار و مالدار ہی، اس غربت اور دولت کا
جوڑ میل ذرا غور طلب سا امر ہی، یہ چھوٹا اور نکل، ستھرا ا در آنجل سندیس لیکر پیغامبر واپس چلا آیا،
اور خدیجہ کو آسنایا،

اِس وقت کی کیفیت کچھ عجب تھی، پہلے تو

خبر سنتے ہی قاصد سے ہوئے ہم بے خبر بالکل   تیرے پیغام کو گویا کہ پیغام قضا سمجھے

مگر جب ذرا سنبھلی، تو کہنے لگی کہ اگر مجھے زردار شوہر کی تمنا ہوتی، تو مین اتنے زرداروں سرداروں سے
منھ کیون موڑتی، رہی میری دھن دولت میرے نکاح کے مانع ہو اور میرا زر میرے بیاہ کے
مخل، ایسے زر سے مجھے کیا سود، اور اِس دھن سے مجھے کیا نفع، یہ تو کیا، اگر دنیا بھر کا زر زیور ہاتھ
لگے تو اوس کی غربت پر لٹادون، اور ایک عالم کا مال متاع اوس کی راہ مین بچھادون،

ہدیۂ زلف تو گر ملک دو عالم بدہند   یعلم اللہ کہ سر موئے تو ویدن ندہم
گر شبے دست دہد وصل تو از جانب شوق   تا قیامت نہ شود صبح دمیدن ندہم

شرف گر با دوز دبوئے نز نقش مُبرد　　　　باد را تیز دین دہر وزیدن ندہم

مجھے اب بھاگ ہی تو اوس کی دولت حسن سے، دنیا کے زر و مال سے کچھ سروکار نہین، بھٹ ایسے
دھن پر جو ایسے حُسن کے دھنی شوہر سے مجھے جدا رکھے، لعنت ایسے زر پر جو پیا سے پریت گنوائے
خدیجہ پیغام بر سے کہنے لگی، کہ الٹی واپس جا، اِن ہی پاؤن لوٹ، اور جا کے کہہ، کہ یہ جو آپ نے میرے
زر و مال پر حرف رکھا ہی، کہ مین بہت تونگر ہون، یہ بات ذرا قابل غور ہی، جب مین خود ہی تیری
دولت ہو گئی، جو عذر اعتراض آپ کو میرے زر پہ تھا، وہ اب اپنے سے ہی پوچھئے، اور خود ہی
اوس کا فیصلہ کیجیے، پیغام بر پھر لوٹا آیا اور آپ کو پیغام آ بتایا، گویا خدیجہ کے دل کا ایک صحیح نقشہ
کھینچ دکھایا، آپ نے جب یہ سندیسہ سُنا، تو جھٹ عقل نے اشارہ کیا، کہ یہ رفیق کی رفاقت کا
نشان ہی، اور خرد نے بشارت دی، کہ یہ قدرت سے بھلائی کا ساز و سامان ہی، من مین ایک موج
محبت سی پیدا ہو گئی اور دل مین شادی کی ایک لہر اُٹھی، لب پر تبسم دل کا پیغام دینے آیا
اور وہ پیغام آپ نے پیغام بر کو یون پہنچایا، کہ مجھے خدیجہ اور خدیجہ کا پیغام سر آنکھون پر مقبول و منظور ہی
پیا کا یہ پیغام اور خبر خوشی کی پیغام بر لیکر ہوا کی طرح اُڑا، اور آکے جب خدیجہ کو بتایا، تو اوسکی
آنکھون سے مسرت کے آنسو نکل آئے اور اندر کے آنند سے سُکھ کا سمندر بھر گیا، بس اب تو کیا تھا،
سب کام کو خیر باد کہا، اور ہمہ تن تیاریون مین مصروف ہو گئی، کہ اب اِس تقریب نکاح کو ایسا
نبھائے، کہ یہ بھی ایک یادگار رہ جائے، بڑی شان شوکت سے جلسے کیئے، اور دعوم دھام کے سامان
کرائے،

تعالی اللہ چہ دولت دارم امشب　　　　کہ آمد ناگہان دلدارم امشب

نہالِ عشق اندر صلش بر آ ورد	ز بختِ خویش برخوردام امشب
برات لیلۃ القدر سے بدستم	رسید از طالعِ بیدارم امشب
تو صاحب نعمتی من مستحقم	زکوٰۃ حسن دہ حق دارم امشب

صبر کا صلہ ذات پاک نے خدیجہ کو خوب دیا، منھ مانگی تو کیا اوس سے بھی کہین بڑھ کے مراد مل گئی، اوس نے ایک آدمی کام کاج کے لیئے ڈھونڈھا تھا، اُسے امین مل گیا، اوس نے پیا مانگا تھا، اُسے پیغمبر مل گیا واہ تیرا دریائے رحمت! کیا سے کیا کر دکھایا، خدیجہ بڑی معاملہ فہم بی بی تھی اور نہایت وفادار رفیق، اوس نے اپنا تن من دھن سبھی کچھ اپنے پیارے پتی پر قربان کر دیا، اور کسی چیز کو بھی دنیا مین وس سے عزیز نہ رکھا، آپ کو آسودہ حال بنایا تو اوس نے، آپ کی دشمنون سے جان بچائی تو اوس نے، آپ کی نبوت پر سب سے اول ایمان لائی تو وہ، خدیجہ نکاح کے بعد پندرہ برس تک زندہ رہی، نہ صرف یہ کہ آپ کو اِس عرصہ مین اوس سے کسی قسم کی شکوہ شکایت پیدا نہ ہوئی، بلکہ وہ ایسے پریم پریت سے رہی اور اوس کی وفاداری اور جان نثاری کا نقش آپ کے دل پر ایسا قایم ہوا کہ نہ تو وقت ہی مٹا سکا، نہ کسی کا رشک ہی اُسے مٹا سکا، آپ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد جب کبھی اوسے یاد کرتے تو آہ سرد بھرتے، ایک دفعہ جو آپ نے اوس کی یاد مین ٹھنڈا سانس بھرا، تو عایشہ جو آپ کی نہایت حسین اور نوجوان بیوی تھی، کہنے لگی، کہ اے رسول اللہ، کیا خدیجہ بوڑھی نہ تھی اور اللہ نے آپ کو اوس کے بجائے بہتر عورت نہین عطا کی، آپ نے فرمایا، نہین، ہرگز نہین، جب مین غریب تھا تو اوس نے مجھ سے شادی کر کے دولتمند بنایا، جب مجھے سب لوگ جھوٹا کہتے تھے، تو اوس نے مجھے سچا جانا، جب کل عرب میرے برخلاف تھا، تو اوس نے میرا ساتھ دیا، خدیجہ بڑی خوبی کی عورت تھی،

اور سچ تو یہ ہی کہ ایسے شاہ کے لیئے ایسی ہی ملکہ زیب تھی، خدیجہ جو جان جوکھون اذیتون مین شریک تھی، تو خون ریزیون کی مصیبتون مین بھی برابر ساتھ تھی، اوس نے ہردم نگاہ محبت ہی رکھی، اور ہمیشہ ساتھ دیا،

لوگ کہتے ہین چاہ مشکل ہی   سچ تو یہ ہے نباہ مشکل ہے

مگر اوس نے خوب نباہی،



باب دوم

ہونہار برواکے چکنے چکنے پات، جس شخص کو پیغمبری کا دعوی کرنا ہی، اور جس پر وحی نازل ہونی ہی، اوس کی زندگی کے حالات جو وحی اُترنے سے پہلے وقوع مین آئے ہین، خود بخود تو ہی شہادت اِس امر کی دے رہے ہین، کہ یہ بشر عوام سے نہین ہے، یہ کوئی عجیب و غریب اِنسان ہی، واقعات صریح جتلا رہے ہین کہ اِس کے اقبال کے ستارہ کو کس عروج پہ جا کے چمکنا ہے اور اوس کے جلال کی شمع کو کس محفل کا سنگار بننا ہی،

ایک شخص زید نامی غلام حضرت خدیجہ کے بھتیجے کے پاس رہا کرتا تھا، اوس نے خدیجہ کو بطور تحفہ یہ غلام نذر کر دیا تھا، آپ کی نگاہ جو اِس غلام کی غلامی پڑتی، تو غیرتِ اِنسانی کی ایک لہر سی دِل مین جوش مارتی، طرح طرح کے وسواس دِل مین پیدا ہو جاتے، اور کئی قسم کے خیالات دِل مین اُٹھ کھڑے ہوتے، آخر آپ نے ایک دِن اُسے خدیجہ سے مانگ ہی لیا، اور رازروے بندہ پروری اوس بندۂ خدا کو بندگی کی بندے آزاد کر دیا، مگر خدا کی شان، وہ بندگی اوس بندہ کو ایسی بھائی تھی کہ اوس نے مخلصی پاکر بھی اپنے آقا کا دروازہ نہ چھوڑا، محبت پر آپ فریفتہ تھے، وفا پر آپ فدا، اِس وفاداری نے زید کی قیمت آپ کی نگاہ مین اور بھی زیادہ کر دی، چنانچہ آپ نے اپنے ہی خاندان مین ایک شمع روسے اوس کی شادی بھی کر دی، غلام کو آزاد کرنا

اور اپنے برابر بنانا اِنسان کی فرشتہ خصلتی کا ایسا کرشمہ ہے، کہ جس کی نظیر نہ اوس زمانہ کی تواریخ
مین کسی جگہ ملے گی، نہ آج ہی کوئی اِس کی مثال نگہ پڑے گی، بھلا کون یہ برداشت کر سکتا ہے،
کہ اوس کا خادم اوس کے برابر کا بنا کر بٹھا دیا جائے، چہ جائیکہ وہ آپ اوسے اپنے پایہ کا بنا دے،
اور پھر اپنے ہی کنبہ مین بیاہ دے، کون یہ دیکھ سکتا ہے، کہ اوس کا غلام جس کی زندگی کل تک
اوس کے تابع مرضی تھی، وہ غلام آج اوس کے پہلو بہ پہلو بیٹھے، اور اوس پر طرہ یہ کہ غلام بھی وہ
غلام جس کی حیات و موت اوس کے مالک کے ہاتھ مین ہون، جہان چاہا، مچھر کھٹمل کی طرح کچل دیا،
اور کیڑے مکوڑے کی طرح پاؤن تلے روند دیا، ایسے بیکس بندہ پر عرب کے اوس اندھیرے
مین ترحم لانا اور ترس کھانا عام انسان کی قدرت خیال سے بھی باہر ہے، اور پھر اپنے خاندان مین
ہی غلام کی شادی کر کے اِس بندہ نوازی کو بدرجۂ برابری پہنچانا بشر کے مقدور سے دور ہے، یہ
غلام پروری اوسی بندہ پرور کے لیے مخصوص تھی، جس کو رسالت کی عدالت پر بیٹھنا تھا، یہ معدلت
گستری وہی کر سکتا تھا، جس کو حق نے حق پہچاننے کو بھیجا تھا، کہ اِنسان اِنسان مین کوئی امتیاز
نہ رکھے، اور کل خالق کی مخلوق کو ایک جانے،

سنگ

طبیعت آپکی خداداد صلح کل تھی، جہان چار آدمیون مین کوئی جھگڑا شروع ہوا، اور
نوبت فساد کی پہنچی، آپ جھٹ آگئے، دونون جانب کی بات سُنی، فیصلہ ثالثی دیدیا، اور شور و شر
رفع دفع کرا دیا، ایک دفعہ کا ذکر ہے، کہ مکہ معظمہ مین مسجد گر گیا تھا، اور عمارت کی از سرِ نو تعمیر پیش
تھی، ہر ایک کنبہ یہ عزت اپنے لیئے چاہتا تھا، کہ وہ خود سنگ اسود اُٹھا کر اُس جگہ پر جا کے رکھے،
بحث مباحثہ اِس بات پر بہت ہوا، مگر نتیجہ بجز فساد کچھ نہ نکلا، آخر اون لوگون نے یہ تجویز ٹھہرائی

کہ یہ معاملہ توکل پہ رہنے دو اور جو شخص کل صبح دم سب سے اول خانہ کعبہ کے دروازے سے گذرے اُس کے فیصلہ پر چھوڑ دو، خدا کی شان سب سے اول جو شخص وہان سے گذرا، وہ آپ کی ذات بابرکات تھی، چنانچہ یہ ثالثی آپ پر چھوڑ دی گئی، آپ نے سوچ بچار کر کہا، کہ تم سب لوگ ایسا کرو، کہ ایک چادر بچھاو، اوس پر مین خود سنگ اسود رکھ دیتا ہون، تم اپنے اپنے قبیلہ سے ایک ایک آدمی انتخاب کر لو، جو چارون کنارے چادر کے پکڑ لین، اور جہان اسے لیجا کے رکھنا ہی، وہان لیچلین، اوس جگہ مین چادر سے اوٹھا کے اسے اوپر رکھ دونگا، یہ فیصلہ آپ کا سب کو پسند آیا، اور سبھی کے دل کو بھا گیا، عدل و انصاف کی ترازو مین تلے ہوئے فیصلہ جات اور اوس رام رنگ رنگے ہوئے کے عجیب و غریب حالات ایک سمجھدار کی سمجھ کو تو گرداب فکر کے ایسے تلاطم مین لیئے جا رہے تھے، کہ وہ ششدر و حیران ہوا جاتا تھا، کہ عالم کی ہوا کس رُخ چل رہی ہے، اور یہ ناخدا اپنی ناو کس جانب لیئے جا رہا ہے،

آپ کی طبیعت مین لڑکپن ہی سے یہ عادت موجود تھی، کہ آپ آبادی سے دور کسی گوشۂ تنہائی مین جا بیٹھتے، اور من بچار کرتے رہتے، بالعموم غار حرا مین آپکا جانا ہوا کرتا تھا، یہ جگہ مکہ سے قریب ہی ہے، اور ایک سنسان صحرا مین اُجاڑ مین واقعہ ہی، قریبًا سارا ماہِ رمضان آپ خلوت مین اِس غار مین بسر کیا کرتے تھے " اور آنکھین بند کیئے دل کے دروازے کھولے بیٹھے رہتے تھے"، جون جون آپ کی عمر بڑھتی گئی، دل کی فکر اور طبیعت کی سوچ بھی ساتھ ساتھ زیادہ ہوتی گئی، طرح طرح کے خیالات آپکے دل مین اُٹھتے، کہ مین کون ہون اور کہان سے آیا ہون ؟ کیا مقصد ہے میرا یہان اور کہان ہی میری منزلِ مقصود ؟ کبھی دل مین یہ دھیان آتا کہ یہ پرند، چرند اور انسان حیوان، یہ گل و گلزار اور اشجار و انہار ہین کس کے ؟ کوئی آخر مالک بھی تو ہی ان کا، یہ کھیل کس نے ہے بنائی اور یہ دام لیلا کس نے رچائی،

آخر ان کعبہ کی مورتیون کو تو یہ مقدور کہان - کہ یہ بے جان بت نظام دنیا کا سنبھالین، نہ ان بے
پتھرون کی یہ طاقت کہ یہ عنانِ عالم ہاتھ مین لین، تو پھر یہ کس صانع کی یہ صنعت سازی اور کس کی
کلک قدرت ہی یہ قلمکاری، ان ہوا کے طبقون مین یہ تحریک کس کے اشارہ سے ہی، اور اس جل تھل
پانی مین یہ حرکت کس کے ایما سے ہی، آخر کوئی فرمانروا اس مملکت کا ہوگا، اگر وہ کدھر ہے، مجھے کیون
نظر نہین آتا، اور میرے من کی ترشنا نہین بجھاتا، یہ بھڑک دل کی دن دونی رات چوگنی ہوتی چلی
گئی، اور سوچ بچار کے مٹائے نہ مٹ سکی، ہر فکر کا غواص جو عقل کے سمندر مین غوطہ لگاتا تو بجائے
دُر تسلی بیسیون تفکرات اور ساتھ لاتا، الغرض یہ ایک ایسا معمہ تھا، جو آپ سے حل نہ ہو سکا، ہر چند
آپ نے سعی کی مگر یہ عقدہ آپ پر کھل نہ سکا،

عالم مجاز

ادھر طبیعت جو اتنا اونچا پرواز کر رہی تھی جب نیچلے عالم مین کہین نگاہ ڈالتی، تو دنیا اسے
ایک ایسے راجا کی پرجا دکھائی دیتی، جسے رعیت کی خوشحالی اور خلق کی فارغ البالی سے کچھ سروکار ہی
نہین ہوتا، کوئی لڑے، بھڑے، جئے، مرے، کسی کی بلا سے، ریاکاری کا بازار گرم نظر آتا، اور بدکاری
کی اجناس رونق پر، لچے، لنڈے کی ہر طرف پوچھ پرتیت، بھلے پُرش کی کوئی پُرسش نہین، جو
ایک کو شر سے کام ہے، تو دوسرے کو شرارت سے کوئی فتنہ پر تلا ہی، کوئی فساد پر آمادہ ہی، اگر کوئی
گدا بھوک سے لاچار ایک نوالہ روٹی کے لیئے جان دے رہا ہی، تو کسی تونگر کو اوس کا درد نہین، او
جو کوئی مکار ریاکار مفلس کا مال چھین دنیا کی دولت لوٹ اپنے انبار بھرتا چلا جا رہا ہی تو کسی حاکم کو
اوس کا فکر نہین یہ خیالات ایسے دامنگیر رہتے کہ آپ کی طبیعت بیحد بے قرار ہو جاتی، اور بار بار یہی
بحث پیدا کرتی، کہ کون ہی فرمان روائے عالم اور کہان ہی اس مملکت کا پرتپالن، یہان پرتھوی

کام کرو دھ کا ہی، لوبھ موہ ہنکار کا، یہ کیا رچنا رچی ہی آخر اور یہ کیا کھیل ہی کرتار کا

این چہ شوریست کہ در دور قمری بینم | ہمہ آفاق پُر از فتنہ و شر می بینم
ہیچ شفقت نہ برادر بہ برادر دارد | ہیچ مہرے نہ پدر را بہ پسری بینم
دختران را ہمہ جنگ ست و جدل با مادر | پسران را ہمہ بدخواہ پدر می بینم

دل وحی

مگر اب اِن سب سوالات کے جوابات کا وقت بھی آگیا تھا، اب ہر ساعت من کے گیان مین کٹنے لگی، اور ہر گھڑی معرفت کے دھیان مین گذرنے لگی، الغرض ذات سے لو لگی، اور حق کے نور سے اندر لو ہو گئی،

ہوئے محو عالم سے آثار ظلمت | کہ طالع ہوا ماہ برج سعادت
نہ چھٹکی مگر چاندنی ایک مدت | کہ تھا ابر مین ماہتاب رسالت

یہ چالیسوین سال لطف خدا سے
کیا چاند نے کھیت غار حرا سے

ایک دن حسب معمول آپ غار حرا مین بیٹھے سوچ مین محو تھے، کہ ناگاہ ایک آواز غیب سے آئی، کہ اے محمد پڑھ، آپ نے جو مین کہ سُنا، گھبرا گئے، کہ یہان نہ آدمی نہ آدم زاد، یہ کیا ماجرا ہے، مدتون مین یہان آتا رہا، ایسا واقعہ کبھی پیش نہین آیا، آپ ابھی اسی خیال مین تھے کہ دوبارہ ندا آئی، کہ اے محمد پڑھ، اِس پر آپ نے کہا کہ مین کیسے پڑھون، مین اُمّی ہون، مجھے پڑھنا نہین آتا، پھر آواز آئی کہ پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جو خالق ہی، جس نے جمے ہوئے خون سے اِنسان جیسی پر حکمت مخلوق پیدا کی، پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جو بہت کرم کرنے والا ہی، جس نے

قلم کے ذریعہ علم سکھایا، انسان کو وہ کچھ سکھلایا، جو وہ نہین جانتا تھا،

ستارہ بدرخشید دماہ مجلس شد — دل رمیدۂ ما را انیس و مونس شد

نگارِ من کہ بمکتب نرفت وخط نہ نوشت — بغمزہ مسئلہ آموزِ صد مدرس شد

نزولِ آیت ہونا تھا، کہ طبیعت پر سخت گھبراہٹ طاری ہوگئی. آپ نے غار سے نکل کر فوراً گھر کی راہ لی، اور آپ بیتی اپنی چہیتی بی بی کو آسنائی،

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا — اور اِک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

خدیجہ کا اسلام

خدیجہ ایک مدت سے دیکھ رہی تھی، کہ میرا شوہر شاہون کی شوکت اور فرشتون کی خصلت رکھتا ہی، نہ اُسے کوئی انسان آپ کے پایہ کا عرب مین نظر آتا تھا، نہ اِس خوبی کا بشر کہین قرب و جوار مین ہی نگاہ پڑتا تھا، جو ہین کہ اوس نے غار کا واقعہ سُنا، فوراً ہی بات کو پاگئی، اور کہنے لگی کہ اسے میرے سر کے تاج، تجھے تاجِ سروری عالم مبارک ہو، یہ فی الحقیقت وحی ہی، جو تجھ پر نازل ہوئی ہی، یہ پیغام پروردگار کا جبرئیل تیرے لیے لایا ہی، تو رسولِ خدا ہی، تو نبی اللہ ہے، اور مین تجھ پر ایمان لاتی ہون، سبحان اللہ وہ خدیجہ جس نے آپ پر اپنا زر و مال قربان کیا، وہ خدیجہ جس نے آپ پر اپنا دل صدقہ کیا، وہ خدیجہ آج اپنے باپ دادا کا دین بھی نچھاور کیے جا رہی ہی رفیق سے رفاقت ہو تو اس طرح کی، اور دوست سے دلی صداقت ہو تو اِس نوع کی، بھلا ایسے بے نظیر بشر سے بڑھ کر کون اِس لائق تھا جو مسلم اول کا منصب پائے، چنانچہ خدائے برحق نے حق والے کو اوس کا حق دیا، اور حضرت خدیجہ کو مسلم اول کیا، کچھ تھوڑا ہی عرصہ گذرنے پایا تھا کہ خدیجہ کا چچازاد بھائی ورقہ بھی ایمان لے آیا، آپ کا چچازاد بھائی علیؓ اور زید رہا شدہ غلام بھی

جلدی ہی مشرف باسلام ہوگئے، آپ ان ہرسہ کو لیکر دیرانے مین چلے جاتے، اور خلوت مین رحمان نام کا سمرن کیا کرتے، کچھ وقت تو اسی طرح گذرا اور چند ایک اشخاص اور بھی ساتھ شامل ہو گئے، مگر تین برس کے عرصہ مین صرف تیرہ نفر ایسے نکلے، جن کی آنکھ کھلی، اور جن کی نگاہ نور حق پر پڑی،

اعلان نبوت

آنحضرت صلعم نے جب دیکھا، کہ اب وقت آگیا ہی کہ اِس کام کو بر ملا لایا جانے، اور پیغام حق ڈنکے کی چوٹ پر سنایا جاوے، تو آپ نے یہ تجویز کی، کہ چالیس اشخاص کنبہ کنبہ سے اکھٹے لئے اور اون کو دعوت کے لیئے بلایا، اور اثنار گفتگو مین اون سے اپنی نبوت کا ذکر بھی کرنا چاہا، مگر کسی نے توجہ نہ کی، نہ کسی نے رغبت ہی ظاہر کی، بلکہ بعض بیہودون نے تو اِس معاملہ کو ہی محض بیہودہ جانا، اِسی محفل مین علیؓ بھی بیٹھا تھا، اوس سے رہا نہ گیا، وہ بول اُٹھا اور کہنے لگا یا نبی اللہ، اگرچہ سب سے خورد سال اِس جماعت مین مین ہی ہون، اور مجھے بولنا بن نہین آتا، مگر مین یہ کہے بغیر بھی نہین رہ سکتا، کہ مین آپ کی منزلت خوب سمجھتا ہون، اور آپ کے کلام کی وقعت بہت اچھی طرح پہچانتا ہون، مین ہر طرح جیسا آپ کا ارشاد ہوگا، اوس کے مطابق آپکی خدمت بسر وچشم کرنے کو تیار ہون،" سب کو ایک ادھیڑ عمر کے اَن پڑھ (محمدؐ) اور ایک سولہ برس کے لڑکے (علیؓ) کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونون ملکر تمام دنیا کے خیالات کے خلاف کوشش کرینگے، ایک مضحکہ کی بات معلوم ہوئی اور سب لوگ قہقہہ لگا کر منتشر ہوگئے" مگر اِن ہنسی کرنے والون کو یہ کہان علم تھا کہ وہ وقت بھی آنے والا ہی جب اِن ہنسی والون پر خود ایک آدھ آدمی نہین بلکہ اِک زمانہ ہنسے گا،

حمزہ

جون جون توحید کا اعلان آنحضرت صلعم کرتے تھے، اور اپنی نبوت کا اظہار کرتے تھے، اُتنی ہی مخالفت بڑھتی جاتی تھی، وہ لوگ خدا کا نام سنتے ہی آگ بگولہ ہو جاتے، اور جو بتون کے خلاف کوئی کلمہ سن پاتے، تو پھر تو اپنے آپ سے باہر ہو جاتے، ایک دن چند ایک سرگروہون نے ملکر آنحضرت صلعم کے چچا سے جا کے بڑی شکایت کی، بلکہ طیش مین آکے لعن طعن کی بوچھار آپ پر باندھ دی، بزرگ ابوطالب سے یہ لوگ کہنے لگے، کہ تیرا یا ولا برادرزادہ اب کہتا پھرتا ہی، کہ مین خدا کا پیغام لایا ہون، اور مین اوس کا پیغمبر ہون، کون ہی اس کا خدا اور کدھر کے یہ پیغام، اس کے دماغ مین کچھ خلل معلوم ہوتا ہی، ہمارے بتون کے خلاف جن کی پوجا پرستش ہم سب اور اپن کے آبا و اجداد آج کے دن تک کرتے چلے آئے ہین یہ زبان کھولتا ہی، اور اون مورتیون کو یہ برا بھلا کہتا ہی، ہم بھلا یہ کب گوارا کر سکتے ہین، ہم تو صرف تمھاری خاطر اب تک چپ رہے ہین، جو ہم کو تمھارا پاس خاطر نہ ہوتا، تو ہم نے کبھی کا اِسے ٹھنڈا کر دیا ہوتا، اور ایسا سبق سکھایا ہوتا، کہ آیندہ کسی نے ایسی زبان درازی کی جرأت نہ ہوتی، اب اِس کے بعد نہ ہم کو کوئی تمھارا ہی خیال ہوگا، نہ اوس کی ہی پرواہ، جو تم اوس کو ان حرکات سے روک سکتے ہو، تو روک لو، یہ وقت ہی، ورنہ ہم اوسکا سر قلم کر دینگے، جو تم اوس کا اور اپنا بھلا چاہتے ہو، تو اوس کے منہ کو بند کرو، اور اوس کی زبان کو لگام دو،

بزرگ ابوطالب

بزرگ نے آپ کو بہت کچھ کہا سُنا اور سمجھایا سمجھایا، کہ بیٹا آخر تیرہ تو کس مین تمھاری جماعت کے اور اون کے حوصلہ پر تم نے تمام خلقت سے مخالفت پر کمر باندھ لی ہے، اِس پونجی پر یہ دعوٰی، اور اس بے سروسامانی پر اتنا بڑا اٹھانا، یہ خیال خام ہے اِسے دور کرو، اور اِس خبط کو سر سے نکال دو،

اپنی جان کی سلامتی مانگو، اور مجھے بھی دو دن آرام سے کاٹنے دو، مینے تم سے زیادہ دنیا دیکھی ہے، اور عرب والون کے خصائل سے زیادہ واقف ہون، یہ بات اگر بڑھ گئی، تو میری تمھاری ہر دو کی خیر نہین، عرب کے لوگ ہمین جیتا جی نہین چھوڑین گے، بیٹا تم کو واسطہ ہو اُسی خدا کا، جس پر تم کو اتنا بھروسہ ہو، کہ اپنی جان کی خیر مناؤ، اور اِن لوگون سے جھگڑا نہ پیدا کرو، آنحضرت صلعم نے جب چچا کی یہ کیفیت سنی، اور اُدھر لوگون کی وہ مخالفت دیکھی، تو چاہیے تو یہ تھا کہ آپ کا ارادہ سست ہو جاتا، اور حوصلہ پست، مگر عرب کا ہونہار تاجدار اور دین اسلام کا علم بردار یہ باتین سُنکر ایسے جوش مین آیا کہ آنکھین آنسوؤن سے ڈبڈبا گئین، اور بزرگ سے مخاطب ہو کر یون کہنے لگا، کہ اے میرے قبلہ، آپ نے مجھے پالا پوسا اور میری پرورش کی، ہر طرح سے نگہبانی اور نگرانی کی، اور آج کے دن تک مجھے سب قسم کی مدد و امداد دی، اسلئے ہر بات مین آپ کی رضامندی میرے لیئے سعادت مندی ہو، اور آپ کی خوشنودی مین میری بہتری و بہبودی، مگر اے بزرگوار۔ مین دین کے عوض دنیا کا خریدار بننا نہین چاہتا، اور اسلام ترک کر کے اپنی جان بچانا نہین چاہتا، "اگر آسمان سے آفتاب اور مہتاب اُتر کر میرے داہین اور بائین آجائین، جب بھی مین باز نہین آسکتا" آپ مجھے چھوڑ جائین، یہ تیرہ کس بھی مجھ سے منھ موڑ جائین خلق خدا مجھ سے تعلق نہ رکھے، مگر مین اپنے خدا سے تعلق نہین چھوڑونگا، چاہے مجھے بھوک پیاس کا مقابلہ کرنا پڑے، دنیا کی تمام ذلت و اذیت اُٹھانی پڑے، ہر دُکھ اور درد سے واسطہ پڑے، مگر مین حق سے نہین پھرون گا، مجھے موت کے منھ مین بھی اگر جانا پڑ جائے، تو بخوشی خود جاؤن گا، مگر اپنے خدائے برحق کے حکم سے منھ نہین موڑون گا، مجھے اوس حاکم کا حکم ہو کہ مین توحید پھیلاؤن اور خلقت کو بتون سے چھڑاؤن، اوس کے پیغام کا اعلان مجھ پر عین فرض ہو، کیونکہ مین اوسکا پیغام بر ہون،

جب تک میرے دم مین دم ہی، حق کی یاد میرے دل مین رہے گی، اور اوس کا نام میری زبان پر، کوئی بشر اسے ہٹا نہین سکتا ہی، اور کوئی انسان اسے مٹا نہین سکتا، اس بارے مین آپ کی سب کوشش لاحاصل ہی، اور تمام سعی بے سود ہی، میرا اور آپکا اصولاً اختلاف ہی، اور یہ اتفاق ہو ہی نہین سکتا، بتون کی پوجا آپ کا ایمان ہی، اور رام کا نام آپ کے لئے کفر، مجھے یہ کفر آپ کے ایمان سے افضل ہے، اور سدا افضل رہیگا،

من لذتِ دردِ تو بدرمان نفروشم	کفرِ سرِ زلفِ تو بایمان نه فروشم
صد جان بستانم که دهد دامنت ازدست	دشوار بدست آمده آسان نه فروشم
در دل نه خیالِ گلِ روئے تو خلیده	خارے که بصد گلشنِ رضوان نه فروشم
کامِ دو جهان در عوضِ غم نه ستانم	این جنسِ گرامی بکس ارزان نه فروشم

بزرگ نے جب یہ سنا، تو پانی پانی ہو گیا، بے ساختہ کہنے لگا، کہ بیٹا، مینے آٹھ سال کی عمر سے تجھے پالا ہی، اب تو چالیس چالیس کا ہی، ابتک ہماری اچھی نبھ گئی، اب میرا تھوڑا وقت باقی ہی، یہ بھی جون تون کرکے گذر جائیگا، بیشک ہماری رائے ایک دوسرے سے جدا ہی، مگر ہم خود ایک دوسرے سے جدا نہین ہو سکتے، اور نہین ہونگے، تجھے جو بھلا معلوم ہوتا ہی کر، اور جو تیرے خدا نے کہا ہی، کہہ، مین تیرے ساتھ ہون اور ساتھ رہون گا، جو تیرا دشمن ہوگا، وہ میرا کہان تجن ہو سکتا ہی،

کفار کا — مشرکان مکہ جب اس چال مین کامیاب نہ ہوئے، تو اونھون نے سوچا، کہ یہ وار تو ہمارا خالی گیا، اب کوئی اور داؤ چلائین اور نیا پیچ لڑائین، صلاح مشورہ کرتے رہے، آخر تجویز یہ ٹھہری، کہ زر کے زور سے اسے قابو مین کیا جائے، رشوت کا دام پھیلایا جائے، اور حیل حجت سے اس مین پھنسایا جائے،

ایک شخص کو تعینات کیا گیا، جو آپ کے پاس جائے اور آپ کو سمجھائے اور یہ کہے کہ تم کعبہ کے بتون اور ہمارے معبودون کے خلاف لایعنی کلمات استعمال نہ کیا کرو، اور نہ خدا پرستی کا چرچا کیا کرو، جو تم اِس بات کو مان جاؤ، تو ہم اس کے عوض مین جو منصب تم چاہتے ہو، تمھین اوس پر سرفراز کر دینگے، اور جو تمھین دھن زر کی تمنا ہو، تو بتون کے صدقہ ہم تم کو اوس سے بھی مالامال کر دینگے، مگر تم کو چاہیئے کہ تم یہ زبان درازی بند کرو، اور بہر وقت یہ خدا خدا نہ کیا کرو، قاصد پیغام لیکر آیا، اور آنحضرت صلعم کو سب معاملہ کہہ سُنایا، آپ نے کہا کہ میرا خدا شاہد ہی، کہ مین خدا کا پیغمبر ہون، اور اوسکا پیغام لایا ہون مجھ پر لازم ہی کہ مین تم کو اللہ کی عبادت کا راستہ بتاؤن، تمہے رام نام جپاؤن اور مندر کی مورتیون کی پوجن چھڑاؤن، نہ تمھارے مال کا طمع مجھے اِس کام سے ہٹا سکتا ہی، نہ تمہارے منصب کا لالچ میرے دل سے یہ خیال مٹا سکتا ہی، اے بھولے بھٹکے لوگو، کیا تم نے مجھے اتنا ہمت کا ہیٹا اور حوصلہ کا پست جان رکھا ہی، جب تک دم مین دم ہی، اللہ کے نام کا ڈنکا بجاؤن گا، اور توحید کا پرچار کرون گا، قاصد یہ جواب لیکر اپنا سا منہ لیکر واپس ہو آیا، اور آ کے سب حال احوال انھین سنایا، کہ بھائی، وہ محمد تو تمھاری ایک نہین مانتا، لات مارتا ہی تمھاری دولت پر اور لعنت بھیجتا ہی تمھاری منزلت پر، کوئی دولت خدائی اُسے ایسی ہاتھ لگی ہی، کہ نہ اُسے پرواہ ہی تمھاری جاہ کی، نہ اُسے فکر ہی تمھاری حشمت کی، اب جو تم سے بن سکتا ہی بنا لو، وہ خدا کو نہین چھوڑنے کا، چاہے تم اوس سے اور ساری دنیا چھوڑا لو،

یہ واقعہ سنکر لوگ بڑے طیش مین آئے، اور غصہ سے آگ بگولہ ہوگئے، ایک دن اونھون نے مجلس مقرر کی، اور قبیلہ قبیلہ کے منتخب آدمی اوس روز اکھٹے ہوئے، کہ ملکر کوئی تجویز ایسی بنائی جائے، کہ آپ کا فیصلہ کر دیا جائے، سب اپنی اپنی تجویزین پیش کرتے تھے قریباً سب ہی اِس بات پر متفق الرائے تھے،

کہ یہ شخص بڑا قادر الکلام ہی، اور اِس کی بات مین بڑا اثر ہی، بس بات کرتا ہی، اور آدمی کو موہ لیتا ہی، سوال اِس ڈھب پر لاتا ہی کہ اِنسان لاجواب ہوجاتا ہی، اُدھر ساتھ ہی جوان بھی ایسا خوبرو ہی کہ آدمی اسے دیکھکر گرویدہ ہوجاتا ہی، مگر اس کے سر پر کوئی جن بھوت سوار ہی اور یہ اِس مرض سے لاچار ہی، کوئی کاہن یا ماندری بلاؤ اور اِسکا علاج کراؤ، اِس کے دماغ مین ضرور خلل ہی، کیونکہ بت ہماری پوجن ہی، اور یہ بتون کی نندیا کرتا ہی، اور ہر وقت خدا خدا کرتا رہتا ہی، اسی نوع اور ڈھنگ کی تدبیرین پیش ہوتی رہین اور ہر ایک اپنی اپنی بساط کے مطابق اپنی جہالت وحماقت کا نمونہ دکھلاتا رہا، آخر ایک شخص جو مقابلتاً ذرا عقل کا زیادہ دھنی تھا، رہ نہ سکا، اور جھنجھلا کے کہنے لگا۔ کہ ہمارا کبھی اِس طرح اِس شخص سے چھٹکارا نہین ہوگا، جب تک یہ زندہ ہی، ہمین زندہ در گور کیئے رکھیگا، جو میری سنو، تو کوئی حیلہ حجت سامنے رکھو، اور اس کا قلع قمع کردو، یہ دردِ سر دور ہو جائے اور روز روز کا جھگڑا ختم ہو جائے، تم کیا لمبی لمبی تجویزین روز گڑھتے رہتے ہو، اور یہ بہار داستان کھول دیا کرتے ہو، بھلا تمھاری ان باتون سے اُس کو باز آجاتا ہی، وہ بڑا جادوگر ہے، تم نے اُسے سمجھ ہی کیا رکھا ہی، اِس دور اندیشی کی سب نے واہ دی اور واہ واہ کی اور یکزبان ہوکر کہا کہ بھائی اِس نے بھلی کہی،

برین عقل و دانش بباید گریست

سب نے اِس رائے کو پسند کیا اور ارادہ پختہ کر لیا، پھر تو کیا تھا، آخر حرکات ناشایستہ پر کمر باندھی، بڑھتے بڑھتے نوبت باینجا رسید، کہ جہان سے آنحضرت صلعم کو رات کو گذرنا ہوتا، وہان یہ بدکردار جا کر راستہ مین کانٹے اور خار دار جھاڑیان بچھا آتے، جہان کہین آپ کو وعظ کے لیئے جانا ہوتا، یہ پہلے ہی پہنچ جاتے اور لوگون کو بہکاتے، اور اِسقدر شور و شر مچاتے، کہ حاضرین کچھ سن نہ سکتے، اور تنگ ہوکے واپس چلے جاتے

آپ

اور جہان کہین بر سر راہ آنحضرت صلعم کو یہ بد باطن مِل جاتے تو اِس طرح پتھر ڈھیلے یہ آپ پر چلاتے کہ
ٹخنون ٹانگون سے خون بہا دیتے، اور تو اور کنارا اپنا چچا حقیقی بھی جان کا دشمن اور لہو کا پیاسا ہو گیا، اور
چچی بد کی حرکات بد تو حد سے گذر گئین، کوئی اذیت نہ تھی جو اوس نے نہ پہنچائی ہو، اور کوئی مصیبت نہ تھی جو
اوس نے سامنے نہ لا دکھائی ہو، نام نہاد انسان تھی، مگر کرتوت کی شیطان تھی، جب خویشون کا یہ حال
ہو گیا ہو تو غیرون سے کوئی کیا گلہ کرے، عوام کی تو کچھ پوچھو ہی نہ، ایسی ہوا چلی، کہ جہان کہین کسی نے آپ کو
اکیلا دوکیلا پایا، پکڑا کھینچا اور خوب مار گھسیٹا، ایک دن ابو بکرؓ اگر آ کر آنحضرت صلعم کو اِن قصابون کے
پنجہ سے نہ چھڑاتے، تو اونھون نے کھینچ کھینچ کر اور زمین پر گھسیٹ گھسیٹ کر جان ہی سے مار ڈالا ہوتا، آپکی
جان بخشی تو ابو بکرؓ نے خدا خدا کر کے کرائی، مگر اون کی اپنی جان ایسی ظالمون کے پنجہ مین آ گئی، کہ بڑی مشکل
سے اونھون نے رہائی پائی، آپ کی جماعت مین ایک جان نثار نام عمارؓ تھا ایک دن اِن بد طینتون نے
بلکہ اُسے اور اوس کے لڑکے کو پکڑ لیا، اور زمین پر گرم ریت بچھا کے اِن دونون کو اوپر لٹا دیا، اور پتھر کی
سلین اِن کی چھاتی پہ رکھ دین اور اِن سے یہ مطالبہ کیا گیا، کہ تم محمدؐ کو فحش گالیان دو، ورنہ تم یہین پڑے
پڑے مر جاؤ گے، اور یہ بوجھ تم سے نہین ہٹایا جاویگا، عمار کی بیوی نے جو شوہر اور پسر ہر دو کو اجل کے
منھ مین شکار ہوتے ہوئے دیکھا، تو چلا اُٹھی، زار زار رونے لگی، اور اِن ظالمون کو بد دعا دینے لگی،
اِس تقصیر سے اوس کو بھی پکڑ لیا، اوس کے کپڑے چیر پھاڑ کے پھینک دیئے، اُسے تن برہنہ کر دیا، اور پھر
کیا کچھ اوس کے ساتھ نہ کیا، وہ بیگناہ بیچاری، بے تقصیر مصیبت کی ماری محمد صلعم کے دین پر واری ہین
جان بحق ہو گئی،

عشق است کہ بر آتش سوزان بنشاند — عشقِ است کہ بر خاکِ مذلت غلطاند

کس بہر کسے سر ندہد جان نگد ازد عشق است کہ این کار بصد صدق کناند

جب دُکھ کے دن طول پر طول پکڑتے گئے، اور درد کی راتون کا خاتمہ دیکھنے کو آنکھین ترس گئین، ہجرت
تو رسول اللہ صلعم نے اپنی مٹھی بھر جماعت اسلام کو اکٹھا کیا اور یہ مشورہ دیا کہ تم یہان سے ہجرت کر جاؤ، آپ نے
اون سے مخاطب ہو کے یون کہا، کہ اے دین الٰہی کے نگہبانو اور شجر اسلام کے باغبانو، تمھارا اب یہان
ٹھہرنا نامناسب ہی، مشرکان مکہ کی تعدی اب حد سے بڑھ گئی ہی، اور ہر مسلم کی جان عذاب مین پھنس گئی ہی،
تم اب یہان ٹھہر کر ان کا شکار نہ ہو، بہتر ہے، کہ تم سب مع عیال و اطفال اِن دُشٹ لوگون کی ہمسایگی
سے کنارہ اختیار کر لو، میرے نزدیک یہ اچھا ہی، کہ نجاشی بادشاہ حبشہ کی بادشاہی مین جا پناہ لو، کہ وہ خدا ترس
سنا جاتا ہی، میری طبیعت کو بڑا قلق ہو کہ مجھے تم سے علٰحدگی اختیار کرنی پڑے گی، اور تم کو مجھ سے، مگر اے
مسلمانو، تم کو علم رہے کہ ایک عالم کی امیدین تم سے وابستہ ہین اور ایک دنیا کی نظرین تم پر لگی ہوئی ہین،
اسلئے جو تم خلق خدا کا بھلا چاہتے ہو، اور روز قیامت کو اپنی سرخروئی، تو یہان سے نکلنے کی فکر کرو، تاکہ یہ
نونہال اسلام مکہ کی مشرک ہوا سے بچ جائے، اور ان آندھیون سے محفوظ رہ کر نشو و نما پا جائے، اے
مومنو کمر ہمت باندھو، اور چلنے کی تدبیر کرو، مولا بھلا کریگا، مسلمان بیچارے اسلام کے پیارے، حکم نبی کا
سننا تھا کہ تیار ہو گئے، اِن غریبون نے مسکن و مکان چھوڑے، گھر بار چھوڑا، باپ دادا کا وطن چھوڑا
مگر رسول اللہ صلعم کے حکم سے منھ نہ موڑا، حیرت کا مقام ہی، کہ آپ کی امت کے اِس وقت تو بہی بہی صرف
بہی ہون، اور پچیس سے زیادہ بھی نہ ہون، اور ہون بھی پھر اس قدر جان نثار کہ پل بھر مین سبھی کچھ چھوڑنے
کو ہون تیار، آفرین ہی ایسے دلدادون پر اور صد آفرین ایسے دلدارپر، اِن بیچارون نے تھوڑا بہت
زادراہ ساتھ لے لیا، اور بال بچہ کو ہمراہ لے، اللہ کی آس اور رسول کے آسرے پر چل پڑے،

کہ شاید ہمین وہان کوئی ٹھنڈا سانس لینا ملے، اور دو دن زندگی کے کفارون کے ظلم سے بچ جائین، اس
اُمید پر اُفتان وخیزان راستہ کی تکالیف اُٹھاتے سفر کے دُکھ جھیلتے شاہ حبش کی سلطنت مین آخر آہی پہنچے

التعاقب

ان بدنصیبون کے بخت اِن سے بھی زیادہ تیز رفتار نکلے، وہ اِن سے قبل ہی آنمودار ہوئے،
مشرکان مکہ بھلا کہان یہ برداشت کرسکتے تھے، کہ مسلم کوئی گھڑی سکھ کی گذارین، اون کا آرام ہی تو اِن کو
درد تھا، مسلمانون کے شہر مین وارد ہونے کے ساتھ ہی وہ بھی آپہنچ گئے، یہ لوگ بہت سے تحفہ تحائف
ساتھ لائے، اور امیرون کبیرون کو نذرین پیش کین، اور اون کو رشوت دیکر خوب پہلے ہی سے گانٹھ لیا،
جب یہ انتظام اونھون نے کرلیا، تو کفار مکہ نے پھر بادشاہ حبش کے روبرو اپنی حاضری دیکر عرضی پیش
کی، کہ یہ مسلمان ہمارے غلام ہین، اور مکہ سے بھاگ کے آئے ہین اسلئے اِن کی گرفتاری کا حق ہمین حاصل
ہمین شاہ کے دربار سے مدد ملے، تا کہ ہم اِن کو واپس گھر لیجائین، ساتھ ہی یہ بھی عرضداشت کی
کہ اِن لوگون نے اپنا ایک نیا مذہب گھڑ لیا ہی، اور خانہ کعبہ کے معبودون کے خلاف یہ عوام کو برانگیختہ
کرتے رہتے ہین، اور اون کی شان کے خلاف منہ سے بہتان بولتے رہتے ہین، نہ کوئی اِنکا دھرم ہی، نہ
ایمان ہی، شر شرارت سے ہر وقت اِن کو کام ہی، بادشاہ یہ نالش سنکر کہنے لگا، کہ خواہ کچھ بھی اونکا مذہبی
اعتقاد ہو، جب وہ وہان سے بھاگ کر آئے ہین، اور میرے ملک مین پناہ کے لیئے آئے ہین، تو مین
اون کو تمھارے حوالہ کس طرح کردون، جب تک کہ اون کے خلاف کوئی جرم عائد نہ ہو، ضرور
اِن لوگون پر وہان کوئی نہ کوئی سختی یا زیادتی ہوئی ہوگی، ورنہ اپنا گھر بار چھوڑ کر دیس سے پردیس کون
آتا ہی، ایک تو یہ آگے مظلوم ہین، اب تم چاہتے ہو کہ مین اِن پر اور ظلم کرون، کہ اون کو یہان سے
نکالدون، اور تمہارے حوالہ کردون ہین یہ نہین کرنے کا، مگر مین اون کو اپنے سامنے بلالیتا ہون

اور اون کا جواب دعویٰ سے لیتا ہون، کیون تو وہ کہتے کیا ہین، اون کا عذر بھی تو سنون،

مسلمانون کو جب حکم طلبی کا ملا، تو بیچارے بڑے گھبرائے اور کہنے لگے، کہ یا خدا، اب اور کیا آفت ہم پر نازل ہونے لگی ہی، اگر ہم یہان سے بھی نکالے گئے، تو پھر جاینگے کہان، یا اللہ کوئی جگہ آخر تیری خدائی مین ہی بھی ہمارے لئے، ہم دربدر خاک چھانتے پھرتے ہین، اور ٹھکانا نہین ملتا، یا اللہ ہم ضرور گنہگار ہین، اگر اس وقت تو ہمارا گناہ یہی ہی کہ ہم تیرے نام پر جان نثار ہین، تو اپنے نام کی لاج رکھ اور ہمین پناہ دے، یہ ہمارے چھوٹے چھوٹے بال بچے اور ہماری یہ بے سروسامانی دیکھ، ہم وطن سے بے وطن ہوے اور اب نہ ادھر کے رہے اور نہ اُدھر کے ہوئے،

مگر قہر درویش، برجان درویش، غریب کر ہی کیا سکتے تھے، اُٹھ کھڑے ہوئے اور جا شاہ کے دربار مین حاضر ہوئے، جب دونون فریق آمنے سامنے دربار مین لاکر پیش کئے گئے، تو کفار مکہ تو رسم و رواج کے مطابق بادشاہ کے سامنے سجدہ کرکے بڑے ادب اور قرینہ سے ایک طرف کھڑے ہوگئے، لیکن جب مسلمانون کی باری آئی تو اونھون نے سلام تو کیا مگر سجدہ کو سر نہ جھکائے، یہ بات نہ بیرون کیپر دن نے اخذ کر لی، اور اِس معاملہ کو خوب رنگ آمیزی سے بڑھایا، حاشیہ پر حاشیہ چڑھایا، کہنے لگے کہ تم لوگ تو فی الواقع بڑے شوخ چشم معلوم ہوتے ہو، جب تم بادشاہ کے روبرو ایسی بیباکی اور گستاخی سے پیش آئے ہو، جب تم مین اتنی شوخی و شرارت موجود ہی کہ شاہ جہان پناہ کو تم نے سجدہ نہین کیا، جس سے تم پناہ چاہتے ہو، تو یہ کوئی تعجب کی بات نہین ہی، کہ تم نے مکہ والون کا قافیہ بھی تنگ کر رکھا ہو، تم پہلے اِس نامعقول حرکت و شیطنت کا جواب دو، اِس طرح کی باتین بناکر بادشاہ کو بھڑکانے کی کوشش درباریون نے کی، مگر اون کی کچھ پیش نہ چلی، شاہ نے کہا، کہ اے مسلمانو۔ تم بتاؤ

تمہارا کیا جواب ہی، مسلم گروہ کا سرگروہ جعفر (حضرت علیؓ کا بھائی) تھا، وہ جواب کو آگے بڑہا، اور کہنے لگا، کہ اے بادشاہ سلامت، امیرون نے جو سجدہ کا اعتراض ہم پر کیا ہی، یہ درست نہین گستاخی ہمارے نزدیک نہین آئی، اور بے ادبی ہم نے سیکھی نہین ہی، مگر ہمارا مذہب ہم کو یہ تعلیم دیتا ہی، کہ سجدہ صرف خدا کو کرو، سوائے خدا کے کوئی بندہ سزاوار سجدہ نہین ہی، ہم کو یہ فرمان رسول اللہ صلعم کا ہے، اور ہم اِس کے خلاف نہین چل سکتے، یہ گفتگو سنکر نجاشی بادشاہ جو کہ خود عیسائی تھا، کہنے لگا مسلمانو، تمہارا رسول خدا کون ہی، جس کا تم حوالہ دے رہے ہو، وہ کون شخص ہی، جس نے تم کو یہ تعلیم دی ہے، اور تم یہ بھی مجھے بتاؤ، کہ تم مکہ سے بھاگ کر یہان کیون آئے، اور کیا واقعی تم اِن لوگون کے غلام ہو،

یہ فرمان شہ کا سنکر جعفر پھر آگے بڑھا، اور یون عرض کی،

دوسیانی

اے بادشاہ سلامت، ہم لوگ مسلمان کہلاتے ہین، ہم امت نبی اللہ کی ہین، جس کا نام محمدؐ ہے اور جو رسول خدا ہی، اوس نے ہم پر بڑے کرم فرمائے ہین، آگے ہم مُردار کھایا کرتے تھے، پتھر کے بت پوجتے تھے، لڑکیون کے پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے، ہر وقت ہمین جھوٹ سے کام تھا، اور فریب سے غرض، خدائے ایزد نے ہمارے لیئے اب ابر احمد بھیجا جس نے رحمت کی برکھا برسائی،

رہے اوس سے محروم آبی نہ خاکی　　ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی

اب ہمارا ایمان خدائے واحد پر ہی، بُت پرستی کو ہم کفر سمجھتے ہین، عورت ذات کی عزت کرتے ہین، دنگہ فساد سے گریز کرتے ہین، یتیمون کے مال سے سخت پرہیز کرتے ہین، اور نام مولا مفلسون کو زکوٰۃ دیتے ہین، یہ تمام اللہ کی برکت ہم کو رسول اللہ صلعم کے فضل سے نصیب ہوئی ہے، اے حاکم وقت! یہ ہی ہمارا جرم، جس کی پاداش مین ہم مکہ سے نکلے اور یہی ہی ہمارا ہی تقصیر جس کے لیئے

ہم کو یہان سے نکلوانے کی تجویز اب ہو رہی ہی، اے اِس ملک کے والی، ہم دیس سے پردیس آئے، وطن سے جلا وطن ہوئے، کہ کہین ان سے ہمارا پلا پاک ہو، مگر ہماری شومی بخت، یہ یہان بھی آنکلے ہین، اور ہم کو یہان سے بھی نکلوانے کے درپے ہین، نہ تو یہ ہم کو مکہ ٹھہرنے دیتے ہین، نہ یہان ہی قدم رکھنے دیتے ہین، آخر یہ کیا چاہتے ہین، کہ ہم کیا کرین، جو یہ ہمین ہم پر چھوڑ دین، نہ تو ہم ان کے غلام ہین نہ کسی اور انسان کے، ہم بندہ ہین اللہ کے، اور چاکر ہین رسول اللہ صلعم کے، ان کا تمام دعوی جھوٹ ہی، اور ہم کو جھوٹ بولنا منع ہی، ہم نے اپنا مال متاع چھوڑا، آباؤ اجداد کا مسکن چھوڑا، اسپر بھی بدبختی نے ہمارا ساتھ نہ چھوڑا، اے حبش کے بادشاہ، ہم نے سنا ہے، کہ تو عادل شاہ ہے، اور عاجزون کی پناہ ہی، اتنی خدا کی خدائی پڑی ہی، دے اِس مین کہین گز بھر جگہ ہمین بھی، کہ ہم دور سے آئے ہین، اور امید لیکر آئے ہین، ہم بھی کیا یاد رکھینگے،

مسلمانوں کے غم کی داستان اور اُن کا تذکرہ اسلام سنکر بادشاہ کا دل بھر آیا اور کہنے لگا "مسلمانو۔ تم پر اور تمہارے رسول پر مرحبا مین گواہی دیتا ہون کہ محمد وہی رسول ہی جس کی تعریف مین نے انجیل مین پڑھی ہی، اور عیسٰی ابن مریم نے جس کی بشارت انجیل مین دی ہی، اگر انتظام مملکت دامنگیر نہ ہوتا، تو مین تم لوگون کے ساتھ چلکر اوس رسول برحق کی جوتیان اُٹھاتا" ساتھ ہی شاہ نے یہ بھی کہا، کہ یہ اُسی نور کی شعاعین ہین، جس کا جلوہ موسٰی پر ہوا تھا" دراصل شاہ دل مین مسلمان تو ابھی سے ہو گیا، مگر اوس نے مصلحت یہی سمجھی، کہ اسکا اعلان ابھی نہ کیا جائے، اُدھر مشرکان مکہ کی سفارت کو حکم دیا، کہ مین ہرگز یہ اشخاص تمہارے حوالہ نہین کر سکتا، ان کو عام اجازت ہی کہ یہ میرے ملک مین جس جگہ چاہین آباد ہون، یہ سنکر سفیران مکہ اپنا سا منہ لیکر واپس گھر چلا آئی

حجت پوری ہو چکی، آنحضرت صلعم نے اکیلے اِن ظالمون کے پنجہ مین رہنا پسند کیا، مگر آپ سے یہ برداشت نہ ہو سکا، کہ آپ کی آنکھون کے سامنے آئے دن مسلمانون کو ریت گرم پر لٹایا جائے، اونکی چھاتی پر پتھر اور سلین رکھی جائین اور اون کو کوڑے لگائے جائین، اب مسلمان حبش کو ہجرت کر گئے، اور آپ پیچھے اکیلے رہ گئے، کفار نے اِس موقع کو غنیمت جانا، اور دل کھولکر حسرت نکالی، مار پیٹ کھینچ گھسیٹ، گالی گلوج الغرض کسی بدکردنی سے بھی بدون نے دریغ نہ کیا، اور آپ کا ایسا ناک مین دم کیا کہ کھانا کھانے سے بھی عاری کر دیا، جہان دیکھا کہ آپ نے کھانے کو کچھ رکھا ہے، کوڑا کرکٹ، بلا بتر جو ہاتھ چڑھا اُٹھایا اور اوپر دے مارا، الغرض اِن دُکھڑون کی کوئی حد نہ رہی، اور زندگی وبال ہو گئی، مگر کیا ہمت کسی عرب کو ہو گی، جو عرب کے اوس تاجدار کو تھی، اور کیا حوصلہ کسی مشرک کو ہو گا، جو اوس امت کے سردار کو تھا، جگہ جگہ کوچہ بکوچہ ڈنکے کی چوٹ تن تنہا تبلیغ حق کرتا پھرتا تھا، نہ وہ خائف کسی بشر سے تھا، نہ اوسے خطرہ کسی انسان کا، جب پریتم کے پریم سے مسرور ہو بلند آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتا تھا، تو مشرکان مکہ کے دِل چھاتی مین دہل جاتے تھے،

اِدھر یہ لوگ بھی اپنی کارستانیون مین برابر مصروف تھے، بلکہ پہلے سے بھی کئی گونہ بڑھکر، ایک دن ایک جلسہ میں اکٹھے ہوئے، اور کہنے لگے، کہ لعنت ہی ہماری زیست پر اور صد لعنت ہماری غیرت پر جہان ہم تمام سے ایک بیچ فہم آدمی سیدھا نہ ہو سکا، جہان ہم سب سے ایک محمد سبق نہ سیکھ سکا، وہان ہمارا جینا موت سے بدتر ہی، کیا ایک آدمی بھی ہم مین ایسا نہین جو ہمارے معبودون کو اِس جادوگر کے پنجہ سے بچائے، کیا کوئی منچلا جوان بھی ایسا نہین رہا ہے جو اِس کے مقابلہ کو سامنے آئے، کیا کوئی جانباز عرب ایسا نہین ہی، جو قوم کی خاطر اپنا خون بہائے، یہ جوشیلی تقریرین جو لوگون نے

سنین، تو اون بے غیرتون کی غیرت نے جوش مارا، نتیجہ یہ کہ اون لوگون نے ایک بے گناہ کے قتل کا ارادہ ٹھان لیا، ابوجہل نامی ایک اجہل اِس مجلس مین شریک تھا، کہنے لگا کہ مین ایک صد اونٹ اور ایک ہزار سکہ چاندی اوس شخص کو انعام مین دونگا، جو اوس محمدؐ کا سر کاٹ کر لا پیش کریگا، اِس پر ایک شخص نوعمر باسم گرامی عمرؓ شجاعت کے جوش سے پر اور دلاوری کے نشہ مین چور گھٹنا ٹیک کر اٹھا اور للکارا کہ اے مکہ والو، بس مین اب تمھارے روبرو منھ تب دکھاؤنگا جو محمدؐ کا سر کاٹ کر لاؤنگا، اب یا وہ نہین یا مین نہین،

قتل کے

یہ بات سنکر وہ بے شعور لوگ بڑے خوش و خرم ہوئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے، کہ اب محمد سے ہماری مخلصی ہوئی، عمرؓ بڑا سورما جوان ہے، محمد اوس کے روبرو کیا جان ہے، یہ ایک وار سے اوس کے دو ٹکڑے کر آئے گا، اور اپنا اور اپنی قوم کا نام قایم کر جائیگا، جاہل ابوجہل اپنے زر کے زعم مین اور عمر اپنی نوعمری کے نشہ مین دونون مرد میدان بنکر اِس کام کو نکلے، قول و قرار تو بھری مجلس مین ہی ہو چکا تھا، اور آنحضرت صلعم کے سر کی قیمت ایک صد اونٹ اور ہزار سکہ مقرر ہو چکی تھی، اور شہرہ شجاعت علحدہ، مگر مزید پختت و پز کے لئے یہ ہر دو بتون کے سامنے آ حاضر ہوئے، وہان اونھون نے قسم کھائی، سجدہ کیا، اور اپنی شیطنت و شرارت کو اس طرح مزید پکا کیا، عمرؓ نے حرم سے نکلتے ہی تلوار نیام سے کھینچ لی، اور شمشیر الف کیئے نبی اللہ کے خون کی پیاس مین تشنہ لب آپ کے گھر کی طرف دوڑا،

حلف اٹھا

بجرم عشق تو مارا کشند و غوغائیست — تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشا کن

اتفاقاً عمرؓ کو راستہ مین ایک دوست ملا، اور اوس سے پرسان حال ہوا، کہ بھائی یہ کیا ماجرا ہے

عمر کا اپنی ... کرنے کا

تو چلا کہان ہی، سچ بتا یہ کس کی جان پہ آبنی ہی، اور تو نے کہان کی ٹھانی ہی، عمر نے اسے
ابو جہل کے جہالت کی کل داستان سنائی اور ساتھ ہی اپنے اونٹ اور انعام کی بات بتائی، وہ
سُنکر کہنے لگا۔ کہ یہ تو سب کچھ درست ہی اور بجا، مگر محمدؐ تو پھر بھی ایک غیر شخص ہی، اوس سے تو چار دن
ٹھہر کر بھگت لینا، تو بات کر پہلے اپنے بہن بہنوئی کی جنکا اسلام تیرے خاندان کے نام پر دھبہ ہی،
تو پہلے اپنے گھروالون کا بندوبست کر، جو ہر وقت محمدؐ کا کلمہ پڑھتے ہین، اور خدا کا جپ کرتے ہین
جو تم کو یہ کام کرنا ہی تو کیون نہین پہلے ان دونون کا کام تمام کرتا، تمہارے کنبہ قبیلہ کی عزت
رہجائے، اور مسلمانون کو بھی عبرت آجائے، عمر نے جو یہ بات سنی تو اوس کے تن بدن مین ایک
آگ سی بھڑک اُٹھی، اوس کی غیرت اب انتظار زیادہ برداشت نہ کرسکی، اُنھین قدمون لوٹا،
اور سیدھا بہن کے گھر کا رُخ کیا، دوڑا آیا اور زور سے آکے دروازہ کھٹکھٹایا، بہن اوس کی آواز
پہچان گئی، اوس نے جھٹ سے خبابؓ کو جو اوس وقت سورۂ طٰہٰ اِن کو سنا رہے تھے، اندر چھپا
دیا، کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ عمر تند مزاج ہین، اور ہمارے ترک کفر کے بھی مخالف ہین، ایسا نہ ہو کہ
کہ اسے قرآن پڑھتا یہان دیکھکر طیش مین آجائین، اور خباب مفت مین زیر عتاب آجائے، ہم سے تو
پھر بھی بوجہ بھائی بندی شاید دریغ کرجائین، مگر اِس کو کلام اللہ پڑھتا دیکھکر جیتا نہ چھوڑین گے،
چنانچہ خباب کو چھپا کے بہن نے آکے دروازہ جو کھولا، اور عمر کی نظرون سے خون ٹپکتا جو دیکھا
اور اُدھر نظر ننگی تلوار پر پڑی تو تاڑ گئی کہ اجل آئی، مگر ہمت کے میدان مین ذرا نہ چوکی، کہنے
لگی بھائی، مجھ سے ایک بات سُن لو، پھر جو تمہاری مرضی ہو کرنا، عمر نے کہا کیا، بہن کہنے لگی بھائی
مقابلہ کا یہان کوئی سوال نہین ہی، تو میرا بھائی ہی اور مین تیری بہن، جو بھائی کی شمشیر کو بہن کے

سر سے غرض ہے تو یہ اوس کا اپنا مال ہی، لے حوالہ ہی، یہ کہا اور سر جھکا دیا، جو تجھے میرا عذر سننے کی خواہش ہی، تو پل کا پل اس تلوار کے کھیے نہ چل، اپنی عقل کے پیچھے لگ، کہ تو عقلمند ہی میرا عذر سماعت کر جو قابل پذیرائی نہ ہوا، تو پھر جو طبع چاہے کرنا، عمر نے جب یہ بات بہن سے سنی، تو ذرا جھجک گیا، تلوار نیچے کر لی، اور کہا کہ پھر بتا جلدی تو کیا کہتی ہی، وہ کہنے لگی، کہ تو بہن کے گھر آیا ہی، کسی دشمن کے پاس تو نہین آیا، ذرا تامل کر، یہان بیٹھ اور حوصلہ سے سب بات سن، میری جان جاتی ہی تو جائے، مگر مجھے یہ افسوس تو نہ رہے کہ تم نے مجھ سے منصفی نہ کی، یہ سنکر عمر کا غصہ ذرا اور بھی ٹھنڈا ہو گیا، اور بیٹھ گیا،

بہن بولی کہ بھائی عمر، تقصیر تو میری یہی ہی کہ مین خدا اور اوس رسول پر کیون ایمان لائی ہون، مین نے بتون سے کیون منہ موڑا ہی، بھائی اگر یہ جرم ہی تو مجھے اس سے اقبال ہی، یہ درست ہی مین نے ضرور ایسا کیا ہی، اور کفر سے توبہ کی ہی، اب بھائی، تو اگر تعصب کو دور رکھے اور دل کے کانون سے سنے، تو مین تجھے ایک چھوٹی سی بات اسی سلسلہ مین کہنی چاہتی ہون، وہ یہ کہ اے جان خواہر اگر وہ کلام جس سے مین اتنی متاثر ہوئی ہون، کہ مجھسے موت کا ڈر ہٹ گیا ہی، اگر تجھے سنائی جائے اور تیرے دل پر بھی ایسا ہی اثر پیدا کرے، جیسا کہ اوس نے مجھ پر کیا، تو پھر بتا کہ تو اپنے لیئے کیا سزا تجویز کرے گا، کیا پھر بھی تو میرے قتل کا خون ناحق اپنی گردن پر لیگا، قسم خدا مین خدا کے نام پر جان دینے کو طیار ہون اور مجھے مطلقاً موت کا ڈر نہین ہے، مگر تو بھی ذرا دلمین سوچ لے کہ خدا کے حضور مین اس کبیرہ کا تو کیا جواب دے گا، جس کا مرتکب تو آج لوگون کے بھڑکانے سے ہوا جا رہا ہی، تجھے بھی خدا کے آگے جان دینی ہے، آخر تیرا بھی حساب کتاب ہونا ہے،

بھائی ہ

تو اسقدر غافل نہ ہو، اور اتنا ظلم روا نہ رکھ، کیا تجھے یہ بھی خبر ہے کہ مین بھی آخر کسی کی چاکر ہون، اور کوئی اِس بندی کا بھی مالک ہی، اے میرے پرانون سے پیارے بھائی، اگر تو روز قیامت کو اپنی رہائی چاہتا ہی تو خدا کے کلام کو سن، تو بڑا بہادر ہی اور رن بیر ہی، مگر مین مانون تب، جو تو اُسے گوش ہوش سے سُنے اور پھر مقابلہ کی تاب لا سکے، اگر تجھے کسی وجہ سے اوس کے سننے مین کوئی تأمل ہو رہا ہو تو کم از کم اپنی پیاری بہن کی خاطر جس کی جان لینے کو تو شمشیر برہنہ لیئے بیٹھا ہی سُن، تا کہ اسے یہ ثواب تو پہنچ جائے کہ اوس نے کلام اللہ اوس شخص کو سنایا، جو کلام اللہ پر ایمان لانے کی خاطر اوس کی جان لینے آیا تھا، میرے عمر، بس یہی میرا عذر ہی، میری جان کے لئے وہ اپنی ... اقدر ... کر، خاطر کلام اللہ کو سُن، اور اللہ سے ڈر،

اقبال‌سُنا

عمر نے جو یہ گفتگو سُنی، تو دنگ ہو گیا، کہ یہ کیا بات ہی، اجل اِس کے سامنے کھڑی ہی، مگر اسے اندیشہ نہین، مین اِس کا سر قلم کرنے آیا تھا، یہ مجھے پند و نصیحت کر رہی ہی کبھی اللہ کا نام لیتی ہی، کبھی کلام اللہ کا ذکر کرتی ہی، وہ آخر کیا شے ہی، جس نے اسے اتنا اطمینان قلب عطا کیا ہی، اور اتنا دلیر کر رکھا ہی، بھلا وہ ہی کیا، دیکھون تو سہی، بہن سے کہنے لگا، اچھا مجھے سناؤ، اوس نے خباب کو اندر سے نکالا اور اوس نے سورۂ طٰہٰ پڑھنا شروع کر دیا .... کہ قرآن اوس کے پاس سے اُترا ہی، جس نے یہ زمین اور اونچے اونچے آسمان پیدا کیئے ہین، وہ رحمت والی ذات جس کا عرش برین پر راج ہی، وہی خالق اور وہی مالک ہی ہر چیز کا، جو آسمانون پر ہے جو زمین پر ہے اور جو ان کے درمیان ہی اور جو کرۂ خاک کے تلے ہی، اے اِنسان تو منہ سے بول یا نہ بول، وہ بھید دکھ اور بھیدون سے بھی زیادہ چھپی ہوئی چیزون کو جانتا ہی، وہ تمام کائنات کا خدا ہی، اوس کے سوا

کوئی معبود نہین، دنیا مین ہر ایک خوبی اور نیکی اُسی کے نام سے ہی ....
...... وہ گھڑی آنے کو ہے جو مینے سب لوگون سے پوشیدہ رکھی ہے، وہ جزا کی
گھڑی ہے، جب کہ ہر روح جیسا کریگی، ویسا بھرے گی، دیکھ. وہ شخص جو اِس پر یقین نہین لاتا،
اور جو اپنی نفسانی خواہش کا غلام بن رہا ہی، کہین تجھے راہِ حق سے نہ روک دے، اور تیری
تباہی کا باعث نہ ہو جائے...... عمر یہ سُن ہی رہا تھا کہ اوس کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا، تلوار اوس نے
نیام مین ڈال لی، اور بے اختیار کہنے لگا، کہ بہن، یہ کیا حقیقت ہی، اِس مین کوئی بھید ضرور ہے،
اِن بتون سے اپنا بُت نہین بنتا، یہ زمین و آسمان یہ بنی نوع اِنسان کس نے بنائے ہین، یہ کلام
اِنسانی نہین ہے، یہ کچھ اور ہی ہے، میری بہن تو میری خطا معاف کر، اور میرے قصور سے درگذر
کر مجھے اب کچھ ہوا جا رہا ہی، مین کیا جانون یہ کیا ہے، مین کیا کرنے لگا تھا، توبہ میری، توبہ،
بہن اُٹھ چل اور مجھے لے چل اُسی کے پاس جس نے یہ کلام تم کو بتایا ہے، اور یہ روشنی تم کو
دکھائی ہے،

عمر کا مشرف ا

اِس پر یہ لوگ آنحضرت صلعم کے گھر کی طرف روانہ ہو پڑے، وہان پہنچے، اور جا دروازہ
کھٹکھٹایا، کئی ایک اور آدمی بھی یہان موجود تھے، اور ان سب کو علم تھا، کہ عمر آج سرور عالم کا
سر کاٹنے کو تلوار لئے نکلا ہوا ہے، بس گھڑی ہے کہ پل، آیا کہ آیا، جو ہین کہ اونھون نے آہٹ سُنی،
سب گھبرا گئے، اور چپ ہو کے رہ گئے، آنحضرت صلعم خود اُٹھے، اور جا کے دروازہ کھولا، اور
عمر کو دیکھتے ہی بے ساختہ کہا، کہ "عمر آخر کب تک تم میری جان کے قصد مین رہو گے" اِدھر عمر کو
دیکھو تو وہ گویا ایک تصویر بے جان، دونون ہاتھ باندھے سر جھکائے، آنکھین زمین پر لگائے،

کھڑا ہے، بولنا چاہتا ہی مگر طاقت گفتگو نہین رکھتا، عمر رسول اللہ صلعم کے قدمون پہ گر پڑنے کو تھا کہ آپ نے جھٹ سے اُسے گلے لگا لیا، اور پیشانی پہ بوسہ دیا، اب جو عمر نے آپ کو روشن ضمیر نگاہ سے دیکھا تو اوس پر حیرت حسن اور رُعب رسالت سے ایسا سکتہ طاری ہوا کہ دیر تک تو اوسکے منھ سے بات ہی نہ نکل سکی، جو جو حرکات اوس نے کی تھین، سب اوس کے سامنے ایک ایک کرکے آگئین، پشیمانی نے پسینے پر پسینے شرم کے بہائے، اور دیر تک حوصلہ و ہمت جگہ پہ نہ آئے، آخر جب دل نے ذرا قرار پکڑا اور طبیعت ٹھکانے پر آنے لگی، تو عمرؓ نے آپ سے مخاطب ہوکے یون کہا، کہ یا محمدؐ، تو نے مجھے کیا کر دیا، تیرے کلام مین کیا جادو ہے، اور تیری زبان مین کیا تاثیر، مجھے آج وہ آنکھ نصیب ہوئی ہی جس سے مین تیرا حُسن و جمال دیکھون، اے شاہِ حُسن تو نے تو میرا دل لے لیا، مجھ مین اب وہ تاب و توان کہان کہ مین کچھ کہہ سکون، مجھ پر نگاہ ترحم کر

فتنہ انگیز مشو کاکل مشکین مکشا ہی	تاب زنجیر ندارد دلِ دیوانۂ ما
گر بگیرآید بپرسد کہ بگو رب تو کیست	گویم آنکس کہ ربود این دلِ دیوانۂ ما

آپ نے حضرت عمرؓ کو وہین مسلمان کیا، عمرؓ کے بیعت کرنے سے مسلمانون کا رسوخ اور بھی بڑھنا شروع ہوگیا،

اِن ہی ایام مین ایک اور واقعہ بھی ایسا ہی پیش آگیا، حمزہ آنحضرت صلعم کے رشتہ مین چچا تھے، اور آپ سے بہت مانوس تھے، ایک دن حمزہ شکار کھیل کے جو واپس آئے تو لونڈی نے کہا، صاحب، آج ابوجہل نے ایسے ایسے فحش کلمات محمدؐ کو کہے ہین کہ مجھ سے تو سُنا بھی نہ جاتا تھا وہ بیچارہ بولا تک نہین، اوس نے زبان تک نہ ہلائی، آفرین ہے اوس کے حوصلہ پر، اوس نے

اُف تک نہین کی مین تو مر کے مٹی ہوگئی، کہ ہمارے محمدؐ کو یہ اتنا ذلیل و رسوا کرین، اور ہم پاس دیکھا کرین، بھلا اوس عاجز کا قصور ہی کیا ہی، اور اوس نے ابوجہل کا بگاڑا ہی کیا ہی، حمزہ کو یہ سنکر بڑا رنج پیدا ہوا، اور اسے اسقدر طیش آیا، کہ غصہ کا بھوت اوس کے سر پر سوار ہو گیا، اوس نے حیل کی نہ حجت، سیدھے ابوجہل کے گھر کی راہ لی، اور وہان پہنچ کر ترکش سے ایک تیر نکال کمان مین جوڑا ایسا کھینچکر مارا کہ اُسے زخمی کر کے چھوڑا، اور اوس سے کہا کہ تو نے کیا گھمنڈ اپنے دل مین بنا رکھا ہی، تجھے خبر نہین کہ محمدؐ میرا برادر زادہ ہی، اور تو جانتا نہین، کہ مین بھی محمدؐ پر ایمان لے آیا ہون، حمزہ نے وہان سے واپس آکر تمام واقعہ آنحضرت صلعم کو سنایا اور اپنا اسلام قبول کرنا بھی بتایا، رسول اللہ صلعم یہ خبر سنکر بشاش ہوئے، کہ حمزہ جیسا بارسوخ آدمی اُمت مین شامل ہوگیا ہی،
حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کی شمولیت سے جماعتِ اسلام کو بڑی ہی تقویت پہونچی، کیونکہ یہ دونون بڑے رعب ورسوخ والے شخص تھے، عمرؓ بڑے دلاور تھے، اور دل کے بڑے ہی دلیر تھے، ایک دن عمرؓ نے آپؐ سے کہا، کہ ابتک تو مسلمان ہمیشہ کفار سے چھپ چھپ کر ہی رہتے رہے ہین، اور ڈر ڈر کر ہی اپنا وقت گذارتے چلے آئے ہین، مگر اب یہ نہین ہونے کا، ہم کو نماز خانۂ کعبہ مین پڑھنی چاہیئے، کفار اپنا دین باطل تو نہ چھپائین، اور مسلمان اپنا دین حق چھپا دین، یہ نامناسب ہی، آنحضرت صلعم نے کہا، اچھا عمر، وہین پڑھینگے، چنانچہ نماز وہین پڑھی گئی، مگر اب جھگڑا اور بھی بڑا ہو گیا، اور مخالفت کی آگ زیادہ زور وشور سے بھڑک اُٹھی،

بنی شعب کو بائیکاٹ کرنا

بنی ہاشم کے قبیلہ کے لوگ جن مین سے کہ آپؐ خود بھی تھے، آپ کی بڑی ہی پاس خاطر کرتے تھے، اگرچہ صرف چند ہی شخص ان مین سے تھے جنھون نے اِس وقت تک اسلام قبول کیا تھا،

مگر وہ یہ برداشت نہ کرسکتے تھے، کہ دوسرے قبیلہ کے لوگ اون کے قبیلہ کے ایک شخص کو بری نگاہ سے دیکھین یہ تقاضا بھائی بندی کا تھا، اور حمیت خاندانی اِس پر مجبور کرتی تھی، مگر اہل قریش اس وھڑداری کو بڑا معیوب سمجھتے تھے، بات بڑھتی گئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ جھگڑا بجائے شخصی کے اب خاندانی ہوگیا، ایک طرف تو بنی ہاشم اکیلے، دوسری طرف باقی کل قریش قریش والون نے ملکر بنی ہاشم کو نکالدیا، اور مقام شعب مین اون کو نظر بند کردیا، اور بالاتفاق اون کی مخالفت پر کمر باندھی اور قسم کھائی، بلکہ ایک اقرار نامہ لکھا، کہ جب تک بنی ہاشم محمدؐ کو ہمارے حوالہ بغرض قتل نہ کردین گے، تب تک ہمارا اون سے قطع تعلق رہیگا، نہ کوئی اون کے ساتھ کھائے پیے، نہ رشتہ ناطہ کرے، اور نہ اون کے ساتھ کاروبار کرے اور نہ اون کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرے، جو خلاف ورزی اِن شرائط کی کرے، اُسے ذات برادری سے خارج کردیا جائے، اِس عہدنامہ پر سرکردہ اشخاص کے دستخط ثبت کرائے گئے، اصل کاغذ خانۂ کعبہ مین آویزان کیا گیا، اور نقل اوس کی ابوجہل کی خالہ کی تفویض مین رکھی گئی، تاکہ اِس نئی حرکت کو بھی اُسی جاہل کے خاندان سے نسبت رہے، یہ شعب کی شرارت مدتون چلتی رہی، اور اِس سے کیا کیا اذیت بیچارے مسلمانون نے نہ سہی، مسلمان تو بجائے خود رہے، اون کے خویش و اقارب نے بھی بھگتی، اور تو اور رہا، چاہ چشمون سے اِن کے لیئے پانی لینا مصیبت ہوگیا، الغرض شعب کی بستی مین قریش نے قحط ڈالدیا، اور ہر طرف سے اِن کا ناکہ بند کردیا، بعض رحم دل جو بنی ہاشم کے بچون کو بھوک پیاس سے لاچار دیکھتے اور شب کو اون کا بلبلانا پڑوس مین سنتے، تو اِن کے کلیجے اُبل اُٹھتے، آخر قریش کے چند اشخاص کو اون کی گئی گنوائی عقل نے پھر تسکل

آدھ کھائی تین سال گئے بعد ایک نیک نام تامی ہشام مرد حمید ان سلامتے آیا، اور اس نے
ان سب کو اور بالخصوص اوس بدگن ابوجہل کو خوب ڈانٹا، کہنے لگا۔ کیا یہی تمہاری انسانیت
ہی، کہ یہ بچے تمہاری آنکھون کے سامنے بھوکے مرا کرین، اور تم عیش و آرام سے رہا کرو، آخر جرم
کیا ہی، اور کس تقصیر کے یہ لوگ مجرم ہوئے ہین، اور کب ان کی سختی معاف ہوگی، یہ کیفیت سنکر
چند ایک اور آدمی بھی اس رائے کی تصدیق مین اوس کے شامل ہوگئے، اس بات پر اب
سب طرف سے قیل و قال ہونی شروع ہوگئی، چنانچہ ایک دن بزرگ ابو طالب نے آکے کہا
کہ بھائی تم وہ کاغذ منگواؤ جس پر یہ عہدنامہ لکھا گیا تھا، اور جس مین محمدؐ کا اور اوس کے خدا کا
اور باقی سب چرچا رقم ہے، جو عہدنامہ تم لوگون نے لکھا ہی، اوس مین کیڑے لگ گئے ہین،
نام خدا کے سوائے اور کوئی حرف پڑھا نہین جاتا، محمدؐ نے مجھسے ایسا بیان کیا ہے، اوس پرچہ کو
طلب کرو، اگر یہ بیان سچ نکلے، تو ہم لوگون کو زحمت سے نکالو، اور غلط نکلے تو محمدؐ کو ہلاک کرو، عہدنامہ
منگوایا گیا اور دیکھا گیا تو آنحضرت صلعم کا کہنا صحیح پایا گیا، اس پر بہادر ہشام اور چار جوانمرد جو
اوس کے ہمخیال تھے، بول اٹھے، کہ یہ تمام کاغذ لغو ہے، اور یہ سب تحریر لغو ہی، ہم کوئی پابند اس
تحریر کے نہین ہین، کاغذ ٹکڑے ٹکڑے کرکے پھینکدیا، اور ابوجہل منھ دیکھتا رہ گیا، تین سال
گذر جانے کے بعد ان کو اپنی نوشت و تحریر کی لغویت سمجھ مین آئی، اور بے گناہ و بے تقصیر مسلمانون
کے بچون نے عذاب موت سے نجات پائی،

حضرت خدیجہ رحلت

اسی زمانہ مین حضرت خدیجہ نے منزل دنیا سے کوچ کی طیاری کرلی، اور آپ کو اوس
دلی رفیق سے عمر بھر کی جدائی پڑگئی، وقت آخر آپہنچا، اور طائر روح جسم سے پرواز کرگیا،

مومنین کو ام المومنین کی وفات کا بڑا بھاری صدمہ گذرا، مگر سید المسلمین کے دل پر جو صدمہ
مسلم اول کے گذرجانے سے ہوا، اوس کا رقم کرنا قدرت قلم سے باہر ہے، جو چوٹ نبی اللہ کے
دل پر اوس پاک روح کے گذرجانے سے پہنچی، جس نے تمام عالم مین سب سے پہلے اوس کی
نبوت تسلیم کی تھی، اوس کا بیان تو طاقت انسان سے بعید ہے، جس حبیب خدا کا خدیجہ سا محبوب
اوس کے پہلو سے کنارہ کرگیا ہو، اوس کے غم و اندوہ کا تذکرہ بشر کے مقدور سے دور ہے، اِس
موت سے یک قلم آپ کے سر پر ایک کوہ غم آ ٹوٹا، اور یہ لازم تھا، کیونکہ خدیجہ بڑے پایہ کی رفیق
اور بڑی خوبی کی بی بی تھی، خدیجہ وہ تھی، جس نے اپنا زر و مال اپنا جاہ و جلال الغرض سبھی کچھ
اوس ماہِ جمال پر تصدق کر دیا تھا، اپنے پر یتیم تپی کے چین کو اپنا سُکھ اور اوس کے درد کو اپنا دُکھ
بنا لیا تھا، اپنے پرائون سے پیارے پیا کی پوجا اپنا دھارن دھار لیا تھا، ایسی خدیجہ کی دنیا سے
رحلت اگر آنحضرت صلعم کی خوشی کی رحلت نہ ہوتی تو کیا ہوتی، ملکہ آنجہانی کی یاد اوس تشنہ دو عالم
کے صفحۂ دل پر ایسی نقش ہوئی، کہ پھر اپنی موت کے ساتھ ہی مٹی، آپ خدیجہؓ کو بڑی بھاری عزت
کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اور کہا کرتے تھے، کہ دنیا مین چار عورتین نہایت اعلیٰ درجہ پا چکی ہین،
حضرت عیسیٰؑ کی مان مریم، فرعون کی بیوی آسیہؑ، آنحضرت صلعم کی ملکہ خدیجہؓ، اور آنحضرت
کی لڑکی (خدیجہ کے بطن سے) فاطمہؓ،

ابو طالب کی وفات

خدا کی قدرت، مصیبت پر مصیبت نے آ منہ دکھایا، اسی سال بزرگ ابو طالب بھی راہی
ملک عدم ہوگیا، وہ دادا کا جانشین اور باپ کا قائم مقام چلتا ہوا، وہ یتیم کا والی اور نابالغ کا
سرپرست بھی روانہ ہوگیا، وہ غمخوار و غمگسار چچا بھی چل بسا، یکایک آپ کے دل کو درد نے گھیر لیا

اور طبیعت پہ قلق نے قابو پالیا، دل مین بار بارہی خیال آتا، کہ میرے لیئے میری دلدار خدیجہ
اور میرے جان نثار چچا نے کیا کچھ نہ کیا، کیا جان کی راحت اور کیا تن کا آرام، سب ہی کچھ اونھون نے
چھوڑا، مگر عمر بھر وفا سے منہ نہ موڑا، کیا آج مین اِس جگہ بغیر اون دلدادون کے ہون، ارمان صد
ارمان، اب میرے دُکھ مین کون روئے گا، اور کون میرے درد مین شریک ہوگا، ایک زمانہ
میرے ساتھ جنگ وجدل پر ہے، اور ایک دنیا میرے قتل پر آمادہ، اب کون میرے دُکھے دل کو
سہارا دیگا، اور کون اِس آتما کی ڈھارس بنے گا، مولا مدد،

نبی اللہ کا طائف جانا

آپ نے کچھ تھوڑا وقت تو جون تون کرکے گذارا، مگر تابکے، مشرکان مکہ نے جواب آپ کو
بالکل اکیلا پایا تو اِس وقت کو غنیمت جانا، اور طرح طرح کی سختی اور تعدی پر آمادہ ہوگئے، ہرچند
آپ نے حوصلہ وہمت دکھائی، مگر مخالفت بڑھتی ہی نظر آئی، آخر آپ نے ایک روز یہ ارادہ کیا
کہ اِس جگہ کا قیام ترک کردیا جائے، اور اپنا ٹھکانا کہین اور بنایا جائے،

ہمصفیرانِ چمن ہم سے چمن چھوٹے ہے — ہائے اے شامِ غریبان کہ وطن چھوٹے ہے

آپ نے اب شہر طائف کا رُخ کیا، کہ وہان چلین اور چل توحید کی تبلیغ کرین، دل مین سوچا کہ
اِس وقت مکہ کی بنجر اراضی مین وحدانیت کی تخم ریزی ایک تو رائیگان ہے، دوئم یہان اب
ٹھہرنا بھی ناممکن ہوا جارہا ہے، طائف کو چلین، اون لوگون کو کلام الٰہی سنائینگے اور جو دو
دن مکہ سے باہر گذر جائینگے، وہ غنیمت ہونگے، اِن ظالمون کے پنجہ سے کچھ تو نجات ملیگی، مشرکان
مکہ نے پہلے سے ہی طائف مین خبر پہنچادی، کہ فلان فلان شخص آرہا ہے، تم خبردار رہنا، جو تم کو
اپنی اور اپنے معبودون کی کوئی عزت و توقیر منظور ہے، تو اِس شخص کو نزدیک نہ آنے دینا،

جو تم کو ہم سے باہمی اتفاق رکھنے کی غرض ہے، تو محمدؐ کو داخل شہر نہ ہونے دینا، یہ شخص بڑا فصیح اللسان ہے، اور سحر جادو سے اسے ہر وقت کام ہے، جو کوئی اس کی بات سُن لے گا، وہ اوسی کا ہو رہیگا، خبردار رہنا اور اسے پاس نہ آنے دینا، یہ خبر کیا پہنچی کہ وہان تو لڑائی کی طیاریان شروع ہو گئین، ہر کسی نے یہی سمجھا کہ یہ تو کوئی بلا آ رہی ہے، سب اکٹھے ہو گئے، اور لڑائی کے لئے ڈٹ گئے، ایک رسولِ خدا ایک طرف، اور تمام طائف دوسری طرف، ایک کا علاج دو ہوتا ہے بھلا جہان دو تو دور ہے، اکٹھا دس ہزار انسان ادھ کھڑا ہو، اور انسان بھی کیا، حیوان سے بد تر وہان کوئی کیا کرے،

لوگ اونچی ڈھیلون، چوٹیون پر چڑھ گئے، اور اینٹ پتھر، تیر کمان لیکر مورچہ بنا کے بیٹھ گئے آنحضرت صلعم کے وہان پہنچنے پر ایسی بارش برسائی اور طفیل کے طفلون سے ایسی ذلت کرائی، کہ آپ کو وہان سے واپس ہی ہونا پڑا، آپ شہر چھوڑ کر واپس باہر نکل آئے، اور ایک درخت کے نیچے آ پناہ لی، آپ کے جسم کے زخمون سے خون جاری تھا، اور آنکھون سے آنسو بہہ رہے تھے، آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے، اور بارگاہ باری مین التجا کی،

آہ دلی کیسے بھتی اَن چاہت کے سنگ ۔۔۔ دیپک کے من کچھ نہین جل جل مرے پتنگ

اے میرے مولا میری مدد کر، میرے کارساز، میرا بگڑا کام بنا، مجھے ذلت سے بچا، کہ مین بہت ذلیل ہو چکا ہون، تو بندہ نوازی کر، کہ مین تیرے کمتر بندون سے ہون، اے پاک ذات تو میرے گناہون سے چشم پوشی کر کہ مین مستحق چشم پوشی ہون، اے کریم مجھ پہ نظر کرم کر کہ مین ملتجی کرم ہون، ”اے خداوند مین اپنے ضعف و ناتوانی اور مصیبت و پریشانی کا حال تیرے سوا کس سے کہون، مجھ مین صبر کی

بارگاہ ہوئی

طاقت اب تھوڑی رہگئی ہی، مجھے اپنی مشکل حل کرنے کی کوئی تدبیر نظر نہین آتی، مین اب سب لوگون مین ذلیل ورسوا ہوگیا ہون ۔ اے خداوند عالم، تیرا نام ارحم الراحمین ہے، عاجزون کی عذر پذیری اور مظلومون کی دستگیری تیری خاص صفت ہی، اے پروردگار تو ہی ہر شکستہ حال کا مددگار ہی، اور یہ عاجز تیری عنایت اور مدد کا ہردم اُمیدوار، مین نہایت قصوروار ہون، لیکن اے رحیم تیرا رحم میری تقصیرون سے بہت زیادہ وسیع ہے، تیری رحمت کا نور دین و دنیا کی تاریکیون کا دور کرنے والا ہے، یہ طاقت تیرے سوائے اور کسی مین نہین"

تا ابد یارب زتو من لطفہا دارم اُمید — از تو گر اُمید ببرم از کجا دارم اُمید
زیستم عمرے بسی چون دشمنان دشمن بگیر — بیوفائی کردہ ام از تو وفا دارم اُمید
ہم فقیرم ہم غریبم بیکس و بیمار و زار — یک قدر زان شربت دار الشفا دارم اُمید
نا امیدم از خود و ز جملہ خلقِ جہان — از ہمہ نومیدم اما از تو میدارم اُمید
منتہاے کارِ تو دائم کہ آمرزیدن است — زانکہ من از رحمتِ بے منتہا دارم اُمید
ہر کسے اُمید دارد از خدا و جز خدا — لیک عمرے شد کہ از تو من ترا دارم اُمید
ہم تو ویدی من چہا کردم تو پوشیدی ز لطف — ہم تو میدانی کہ از تو من چہا دارم اُمید
روشنیِ چشم من از گریہ کم شد اے حبیب — این زمان از خاک کویت توتیا دارم اُمید

واپسی مکہ

دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ دیس سے پردیس آیا، خستہ وخوار ہوا، کوچہ و بازار مین تشہیر ہوا، اِس سے تو بہتر ہے کہ مین واپس مکہ کو ہی جاؤن، کہ آخر اپنا وطن اور باپ دادا کا مسکن ہی، حرم کی زیارت کرونگا، اور طواف کی عزت سے مشرف ہونگا، جب طائف کے لوگون کے نصیب مین

کلام الٰہی سننا ابھی نہین لکھا ہے، تو پھر یہی مناسب ہے کہ مین گھر کی راہ لون، اور مین بیت المقدس چھوڑ کر کہین جاؤن بھی کیون، وہ میرے خدا کا گھر ہے، وہ میرے موہن کی نگری ہے؛

گفت معشوقے بعاشق اے فتے — تو بغربت دیدۂ بس شہر ہا

پس کدامے شہر زان ہا خوشتر است — گفت آن شہرے کہ دروے دلبر است

آنحضرت صلعم کو بخوبی علم تھا کہ مکہ جانا بھی اب کوئی سہل کام نہین ہے، بڑی ہی بے عزتی کا سامنا ہے، دشمنون کی نظرون مین بے حرمتی و بے توقیری علحدہ اور دوستون آشناؤن سے بے رخی و بے اعتنائی جدا، مگر آپ نے ٹھان لی، کہ جانا مکہ کو ہے، چاہے کچھ بھی ہو، چلنا پریم نگر کو ہے، خواہ کوئی بھی مصیبت آئے، جانا دیار دلبر کو ہے خواہ کسی بلا سے بھی معاملہ پڑے،

داخلہ کی رکاوٹ

تو اپنے شیوۂ جور و جفا سے مت گذرے — تری بلا سے مرا دم رہے رہے نہ رہے

کفار مکہ نے بھی ادھر پھر مخالفت پر کمر باندھلی، کہ جو بھی ہو، اب اس شخص کو واپس شہر مین داخل نہ ہونے دو، انھین کیا پتہ تھا، کہ اسی شہر مین اس شہر بدر کو تاجدار شہر ہو کر کبھی داخل ہونا ہے، نہ ان کو یہی علم تھا، کہ اسی کے نام سے شہر کو شہرۂ آفاق بننا ہے، الغرض جب آپ مکہ کے قرب و جوار مین آپہنچے، اور آپ کو مکہ والون کے اس منصوبہ کا پتہ لگا، تو آپ نے یہی مناسب خیال کیا کہ قبل اس کے کہ شہر وارد ہوا جائے، ان لوگون سے ایک استدعا کی جائے، ممکن ہے کہ اس سے یہ تنازع رفع دفع ہو جائے، آپ نے ایک آتے جاتے کے ہاتھ شہر والون کو یہ کہلا بھیجا، کہ مین اس شہر کا باشندہ ہون، اور باپ دادا سے میرا یہ مسکن ہے، سب لوگ مجھے جانتے ہین، مین امید کرتا ہون کہ کوئی نہ کوئی آپ سے مجھے اپنی پناہ مین لے لیگا اور میرا [illegible] یقین دلاتا ہون

کہ مین کسی سے کچھ نہین کہونگا، نہ آپ کے دین مین مخل ہون گا، البتہ اپنے پریتم کا پرچار کرونگا، گو کسی کو اوس سے کوئی ہرج نہین ہوگا، مصیبت مین بھلا کون کسی کا ساتھ دیتا ہی، مخالف تو درکنار، خویش و اقارب کا لہو بھی سفید ہوگیا، واقف آشنا بھی منہ موڑ گئے، اور اپنے پرائے سبھی چھوڑ گئے، کوئی سامنے نہ آئے اور بار ضمانت نہ اٹھائے،

مطعم کی پناہ

بھلے آدمی کی قلت تو دنیا مین ہر جگہ رہتی ہے، اور عرب مین تو قحط الرجال تھا، مگر پھر بھی اللہ کارساز ہے، ایک شخص مطعم نام مردمیدان سامنے نکلا، اونٹنی پر چڑھ کر اوس نے مکہ مین کوچہ بکوچہ منادی کردی، کہ دیکھو لوگو سُنو، محمدؐ بن عبد اللہ آج سے میری پناہ مین آگیا ہے، خبردار کوئی اُسے اب سے بُرا بھلا نہ کہے، مین اوس کا ضامن ہون، یہ بھی کسی کو کچھ نہین کہے گا، مذہب اس کا اپنا ہے، ہمارا دین اپنا، نہ اِسے ہمارے بتون سے کچھ تعلق ہی، نہ ہم کو اس کے خدا سے، مگر یہ سن لو، جو شخص اِس کو ناحق ستائیگا، وہ منہ کی کھائیگا، اِس ذمہ داری پر آنحضرت صلعم مکہ تو آگئے، مگر بد شعار اور بدکردار لوگ آب مطعم کے درپے ہوگئے، اور بات بات مین اوس سے نوک جھوک کرنے لگے، آئے دن ایک نیا جھگڑا اور روز ایک نیا فساد، ضامن غریب کا اونھون نے ناک مین دم کر دیا، رسول کی رسالت بھلا یہ کب برداشت کرے، اور نبی کی نبوت کہان گوارا کرے کہ مطعم سا ایک محسن ناکردنی الزام مین روز گردانا جائے، اور یہ سب کچھ آپ کی خاطر، آپ نے ایک دن صبح بگردم نور کے تڑکے برسر راہ کھڑے ہو بلند آواز سے کہنا شروع کر دیا، کہ بھائی دیکھو۔ کوئی مطعم سے میری خاطر جھگڑا نہ کرے،

بیوجہ عداوت کا سزاوار تو مین ہون　　　اور ون پہ ہی کیون ظلم گنہگار تو مین ہون

مطلعم کا کچھ ذرا بھی قصور نہین ہی، جو بھی ہے میرا اپنا ہے، مین اب اوس کی پناہ سے نکل آیا
ہون، مین اب اوس خدائے واحد کی پناہ مین ہون، جس کے لئے تم میری جان کے دشمن بنے
ہوئے ہو، تم کو اب واضح رہے، کہ مین اب صرف اوسی کے زیر سایہ ہون، وہی میرا اور تمھارا
بنانے والا اور ہم سب کی جان لینے والا ہے، عاقبت کے روز سب کو وہین حاضر ہونا ہے،
اور اپنا اپنا حساب کتاب دینا ہے، جب تک حکم ربی نہ ہو، تم میرا کچھ بگاڑ نہین سکتے، جب تک
مرضی مولا نہ ہو، تم میرا بال تک بیکا نہین کر سکتے، اب مینے تم کو اچھی طرح آگاہ کر دیا ہی، مطلع رہو
اس سے، اس دلیرانہ کلام اور جوانمردانہ گفتگو کا اثر بے مثل ہوا، لوگ دہشت کھا گئے اور دب گئے
اکثر تو اُجڈ ان گھڑ ہوتے تھے، سمجھ بوجھ کچھ نہ رکھتے تھے، مگر بعض بعض اشخاص اب وقتاً فوقتاً اس
سوچ مین پڑ جاتے تھے، کہ محمد کا خدا اکیلا سنتے ہی، جس کا اتنا بھروسہ اس شخص کو ہے، یہ لڑکا یتیم سا
ہوا کرتا تھا، نہ اس کی کوئی پوچھ تھی نہ پرتیت، نہ اسے پڑھنا آتا تھا نہ لکھنا، اب یہ کیا سے کیا
ہوا جا رہا ہے، آئے دن نئے مسئلے نکالتا ہے، عالم و فاضل بنا چلا جاتا ہے، اب دیکھو آگے کی بات
دیکھو کس وضع کی ہی، اور یہ گفتگو کس ڈھنگ کی کرتا ہے، یہ ایک عجیب و غریب واقعہ ہے۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست　　　　کتب خانۂ چند ملت بشست

اسی اثنا مین ایک بڑا بھاری ذی عزت رئیس طفیل نامی اپنے کام کاج کے لئے مکہ
مین آیا، لوگون نے اوس کا بڑا استقبال کیا، اور اوس کی بڑی خاطر تواضع کی، باتون ہی باتون
مین اوس سے یہ تذکرہ بھی آگیا، کہ یہان ہم مین ایک شخص محمد نام ایسا پیدا ہو گیا ہے، کہ اوس نے
اپنے باپ دادا کا نام بدنام کر دیا ہے، اور ہمارے آبا و اجداد کی عزت خاک مین ملا دی ہے،

خا: کعبہ کے بت جنکا دیا ہم کہاتے ہین اور جن کے سایہ تلے ہم رہتے ہین، اون کی یہ توہین کرتا ہی
اور اپنے پرائے کسی کی نہین سُنتا۔ طفیل نے کہا، کہ آخر اوس کا اپنا دین کیا ہے، اور اوس کا
اعتقاد کس پر ہی، لوگون نے کہا، کہ وہ ایک کا ذکر کرتا رہتا ہے، کہ یہ تمام دنیا اوس نے بنائی ہے
اور وہ سب کا مالک ہی، آسمان اوس کے ہین، زمین اوس کی ہی، وہ ایسے ڈھکو سلے جوڑتا رہتا ہے
مگر ہم لوگ تو کان بند کر لیتے ہین، اور حتی الامکان اوس کی آواز اپنے تک پہنچنے ہی نہین دیتے،
آپ ہمارے شہر مین تشریف لائے ہین، ذرا محتاط رہنا، وہ بڑا جادوگر ہے، اور اوس کلام
سحر سامری ہے، جو ایک دفعہ سُن پاتا ہے وہ اُسی کا ہو جاتا ہے۔ خدا کی شان۔ کرتار کے کارن
ایک دن ایسا سبب ہوا کہ آنحضرت صلعم قرآن پڑھ رہے تھے، کہ طفیل پاس سے گذرا، وہ
ہٹ دھرم اور متعصب آدمی نہ تھا، ہر چند مشرکین نے اُسے ہدایت کر دی تھی۔ گر وہ سنتا ہی
رہا، اور کچھ ایسا متاثر کلام اللہ سے ہوا، کہ جب آنحضرت صلعم نماز وظیفہ سے فارغ ہو کر
گھر کو چلے، تو یہ بھی پیچھے پیچھے چلا گیا، آپؐ بہت تیز رفتار تھے، اسے راستہ مین تو موقع ہی
بات کا نہ ملا، جب آپؐ گھر پہنچے، تو طفیل سامنے جا کے دو زانو بیٹھ گیا، اتنا بڑا امیر جاہ و جلال
والا، مگر اُسے ہوش تک نہ رہا، کہ ایک تونگر کس غریب و مفلس کے سامنے کس طرح سوال کے لیے
آبیٹھا، اُسے آئی دھن پریم کی اور لگی لگن پریتم کی، عشق اللہ نے اوس کے اندر آ جوش مارا
اور من محبت کی مستی سے مسرور ہو گیا،

دلم کز بادۂ جبار شد مست تنم از صحبت دلدار شد مست
بمی خانہ گذر کردم چہ دیدم خطیب و قاضی و خمار شد مست

ازین مے جرعۂ پاکان چشیدند | جنید و شبلی و عطار شد مست
گلستان ارم را سیر کردم | چو دیدم سر بسر گلزار شد مست
ازین مے جرعہ دادند بمنصور | انا الحق میرود بر دار شد مست
بروح پاک شمس الدین تبریز | کہ ملا بر سر بازار شد مست

طفیل نے عرض کی کہ اے محمدؐ عربی، یہ تو نے مجھے کیا کر دیا، تیری آواز میرے کانون پڑی اور میرا ہوش و خرد لے گئی، مین تیرے پیچھے دوڑا دوڑا آیا ہون، اور اب تیرا در چھوڑنے کا نہین، لوگ کہتے ہین، کہ تو جادوگر ہے، جو تجھ سے ملتا ہے، وہ تیرا ہی ہو جاتا ہے، بس وہی ہوئی یہ کلام جو تو نے پڑھا، وہ میرے دل مین گھر کر گیا، بتا تو یہ کیا ہے، مجھے سب کچھ سمجھا، مجھے اپنا خدا دکھا، ضرور کوئی اللہ ہے، اور بالضرور تو اوس کا رسول ہے، رسول اللہ تو میری طرف نگاہ تو کر، آنکھ اُٹھا کے میری طرف ذرا دیکھ تو سہی، مجھے اب تیری روشنی مین تو نظر آنے لگا ہے، اے شیشۂ خوبرو، تیری خوبی کی جناب مین ایک بے نوا گدا دستِ سوال دراز کئے ہے، دے اسے زکوٰۃ حسن کی، اپنے خدا کے نام کی،

سیمین ذقنا سنگدلا لالہ عذارا | خوش کن بنگاہے دل غمدیدۂ مارا
من چون گذرم از سر کوئے تو کہ آنجا | یارای گذشتن نبود باد صبارا
جامی نکند چشم ہوس بزم تو لیکن | در حضرت سلطان کہ وہ بار گدارا

طفیل جیسا نامی گرامی شخص، بارعب و بارسوخ سردار مشرف باسلام ہوا، اور مشرکان مکہ خاموش رہین، یہ بھلا کہان ممکن، اون کے تو تن بدن مین آگ لگ گئی، طفیل تو

اپنے کام کاج سے فراغت پاکے واپس اپنے وطن کو چلا گیا، مگر آنحضرت صلعم کے لئے دنیا کی اذیتین اور مصیبتین پیچھے چھوڑ گیا، یہ لوگ آگے ہی جلے بھنے بیٹھے تھے، اب تو اون کو اور بھی بڑا بھاری موقع شرارت کا مل گیا، اونھون نے بھی آپ پر ظلم کرنے مین کوئی فرق نہ چھوڑا، اور ذلیل کرنے مین کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا، دل کی حسرت ایسی نکالی کہ کوئی ارمان باقی نہ رہا، آنحضرت صلعم کے دردون کا حال! گفتہ بہ تھا، نہ بزرگ ابوطالب سا غمخوار پاس نہ حضرت خدیجہؓ سا دلدار پہلو مین، اور اس پر آئے دن نیا عذاب اور روز نیا عتاب، جون جون دنیا کے دکھڑے بڑھتے گئے، عشق اللہ کا درد بھی زیادہ ہوتا گیا، محبت مولا کی اور ہجر حق کا، بس جان دنیا کے دکھون سے نڈھال ہو گئی،

مکانِ یار دور و من ندارم طاقتے در دل | عجب در مشکل افتادم چسان طے سازم این منزل
کیا کہوں کس سے کہوں دیس پیا کا دور | اڑ نہ سکون گر گر پڑون رہون ٹھور کی ٹھور

جناب باری مین یہ بیقراری سنی گئی، اور یہ قلق ہجر حق کے حضور مین مقبول ہو گئی، شب دیجور وصل کی رات کا اور نیک ساعت حضوری کی آئی، اور شب معراج نے چاندنی دکھائی،

ہجرت مدینہ

جب ان ظالمون کا ظلم برداشت کی حد سے بہت بڑھ گیا، تو آپؐ نے امت کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنے برادران دین کی جو حبشہ ہجرت کر گئے ہین پیروی کرین، مگر بجائے حبش کے اب مدینہ کا رُخ کرین، کیونکہ اوس نگر کی دھرتی دھرم کے پودے کو اچھا مانتی ہے، چند ایک مدنی آنحضرت صلعم کی بیعت بھی کر چکے تھے، اور وہان اب خال خال مسلمان بھی آنے لگ گئے تھے، اسلئے آپ نے حبش سے مدینہ منورہ کو ترجیح دی، مومنون نے ایک ایک دو دو کرکے نکلنا شروع کر دیا

اور رفتہ رفتہ سب چلے گئے، اب باقی یہان نبی اللہ و علیؓ، اور ابوبکرؓ معہ اپنے اپنے عیال و اطفال
کے رہ گئے، اہل قریش نے جب یہ حالت دیکھی، تو اونھون نے اکٹھے ہوکر یہ صلاح ٹھہرائی، کہ یہ
سرغنہ اب اکیلا ہے، ہمراہی اس سے صرف دو ہی کس ہین، اب وقت ہے، اس کو یہان سے نکلنے
نہ دو، اور اس کا کام تمام کردو، کچھ آدمی اس نے ہم سے نکالکر حبشہ بھیج دیئے ہین، اب رہے سہے
مدینہ روانہ کردیئے ہین، اس نے ہمارے آدمی ہم سے منحرف کردیئے ہین، اس نے تمام مکہ کو فنا کردیا ہے،
اور ہمین جیتا جاگتا تباہ کردیا ہے، جس طرح بھی ہو اسے اب بچ کر نہ جانے دو، اور اس کی
بوٹی بوٹی کاٹ لو، مگر جائے اُستاد خالی است، ابوجہل بولا، کہ اور تو سب کچھ درست ہے، مگر
کوئی ایک خاص شخص محمدؐ کے قتل کے لیئے تعینات نہین کرنا چاہیے، بالکل ممکن ہے، کہ اوس کے
وارثون سے کوئی شخص ایسا نکل پڑے، جو قاتل سے قتل کا انتقام یا خون بہا چاہے، تو پھر یہ معاملہ
بگڑ جائیگا، چنانچہ ابوجہل نے یہ تجویز پیش کی کہ بجائے اس کے کہ کوئی خاص آدمی تعینات کیا جائے،
بہت سے آدمی ملکر اکٹھے محمدؐ پر جاکے ٹوٹ پڑین، اور اوس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالین، یہ رائے
سب کو پسند آئی، اور سب نے اس تجویز کی تعریف کی، لعنت اس آفرین پر اور صد لعنت اس
تحسین پر، بہرحال جب بحث ویز ہوگئی، اور صلاح قتل بے گناہ کی پک گئی تو ابوجہل چند ایک
اور اشخاص ساتھ لیکر قتل کی نیت سے گھات مین جا بیٹھا، یہ لوگ اب منتظر تھے کہ جب موقع پائین
اندر داخل ہوجائین، اور محمدؐ ہی لہو کے پیاسے خنجر آپ کے خون سے سیراب کرلائین، اور مکہ کی
قتل گہ مین عزت عام پائین، شان ایزدی، ایک خادم نمک خوار مسلم جان نثار کو کہین سے
یہ اڑتی اُڑتی خبر مل گئی، وہ بھاگا آیا، اور اوس نے آپ کو آ بتایا، آنحضرت صلعم پچھلے دروازے سے

منصوبہ قتل آنحضرت صلعم

نکل ابو بکرؓ کے گھر چلے گئے، اور علیؓ رات بھر اون کے بستر پر پڑے رہے، جب ابوجہل معہ دیگر بدمعاشان اندر آیا، اور آپؐ کو نہ پایا، تو سخت گھبرایا اور بڑے طیش مین آیا، یہ لوگ وہین سے ابو بکرؓ کے گھر چلے گئے، کہ شاید آپ وہان ہون، مگر وہان سے بھی یہ ناکام رہے، گھر گھر انھون نے تلاش کی، مگر آپ ملتے کہان سے، آپ تو غار ثور مین جو مکہ سے اڑھائی میل کے فاصلہ پر تھا، معہ ابو بکرؓ آ پناہ لی تھی،

غصہ اور کدورت کا بھوت اِن بدون کے سر پر سوار ہوگیا، اُنکی شکل ڈراونی اور صورت مہیب بن گئی، رنگ اِن کا غصہ سے کالے ناگ سا ہوگیا، اور آنکھون سے خون برسنے لگ گیا، اور ہو کیون نہ، اِن کے ہاتھ سے ایک تو شکار جاتا رہا، اور دوسرا خجلت وندامت شہر بھر کی اِن کو اُٹھانی پڑی، کہ یہ سب کچھ کیا بھی مگر پھر بھی ہاتھ کچھ نہ آیا، اِن لوگون نے دیوانہ وار مکہ مین شرق سے غرب اور شمال سے جنوب دوڑ دوڑ کر چپہ چپہ زمین چھان ماری، مگر وہ کام دل اِن کو حاصل نہ ہوا، اور نہ وہ صید ان صیادون کے ہاتھ ہی چڑھا، دشمنون نے بڑے بڑے انعام و اکرام رکھے، کہ جو بدکردار اوس نیکوکار کی گردن کاٹ کر لائیگا، اُسے یہ سب مال متاع دیا جائیگا، مگر کہان رسول خدا کہان بندہ   کجا رام رام کی ٹین ٹین، دشمن غار کے پاس سے گذرے بھی، مگر اون کو ایسا نظر آیا، کہ غار کے منھ پر ایک عنکبوت نے جالا تن دیا ہے، اور ایک تیتری نے اوپر انڈے بھی دیئے ہین، اِس لیئے وہ اندر داخل ہی نہ ہوئے، اور پاس سے گذر گئے، الغرض مشرکان اپنی سب دوڑ دھوپ کر کے تھک گئے اور وہ خاتم النبی کا خاتمہ کرنے والے اپنی کرتوتون کا آپ ہی خاتمہ کر کے اپنا منھ کالا کر اسکے

بیٹھ گئے، آنحضرت صلعم تین روز کے بعد نکل کر مدینہ روانہ ہوئے اور اُدھر علیؓ بھی دشمنوں کے داؤ پیچ سے بچ آپؐ کو آملے،

نصرت کی آمد

مومنین مدینہ کو موہن کا مکھڑا دیکھ چاند چڑھ آیا، مسرت کی مد دھ سے مسرور ہوگئے اور کسی کے پریم کے نشہ مین چور ہوگئے، جگہ جگہ اونھون نے شادیانے بجائے، اور گھرون مین گھی کے چراغ جلائے، ہر شخص آپ سے یہی کہتا تھا کہ میرے ہی گھر چلیے، اور قیام کا شرف مجھے ہی دو، اگر محبت مین رشک نہ ہو، اور عشق مین رقابت نہ ہو، تو پریم کی جوت کا دیا بھلا کس طرح جلے لوگ بے قرار ہوئے جاتے تھے، کہ دیکھئے، یہ شاہ کس گھر کا مہمان آج ہوتا ہے، اور کیسے یہ عزت ابدی بخشتا ہی، آنحضرت صلعم یہ شوق ورغبت اور یہ جوش محبت دیکھ کر بڑے بشاش ہوئے جاتے تھے اور مسکراتے تھے، مگر آپ کو یہ خیال بھی تھا، کہ کہین ایسی جگہ پر ٹھکانا کیا جائے، جہان باقی اشخاص کو موقع شکایت نہ ہو جائے، جو شخص اپنے دشمن کی دل آزردگی برداشت نہ کرسکتا تھا، وہ بھلا اپنی امت کے کسی بشر کا دل دکھانا کب گوارا کرتا تھا، آپ نے سب کو مخاطب ہو کے کہا۔ کہ بھائی مسلمانو مین اپنی اونٹنی کی مہار چھوڑ دیتا ہون، جہان وہ جا کے ٹھہر گئی بس وہی میرے ٹھکانے کی جگہ ہوگئی، تم سب اِس پر رضامندی ظاہر کرو، سب نے آمین کہی، اب ہر یک اپنی اپنی قسمت کو منتظر تھا، کہ دیکھئے کیا رنگ دکھاتی ہے، مگر ایوب انصاری کے نصیب کا بھی تو کوئی ہی پیدا ہوتا ہے، ذات حق کو اوس کا نام عالم مین دائم رکھنا تھا، اونٹنی اوس کے گھر کے آگے آکے ٹھہر گئی، بیچارہ ایک مفلس مومن اور بیکس بشر تھا، مگر بھاگون کا بڑا دھنی نکلا، اونٹنی کا وہان ٹھہرنا تھا کہ لوگ اوسے مبارک پر مبارک دینے لگے، اور اوس کے

اپنے دل کی خوشی اور مسرت کی تو کوئی حد ہی نہ رہی، جس جگہ ناقہ جاکے بیٹھا تھا وہاں اب تک مسجد نبوی موجود ہی، اسے آنحضرت صلعم نے خود اور آپؐ کے اصحاب نے ساتھ ملکر کچی اینٹوں اور کھجور کی لکڑیوں سے کھڑا کیا تھا،

آغاز اذان

تعداد مسلمانوں کی چونکہ اب بڑھ گئی تھی، نماز کے لئے گھر گھر جاکے بلانا کٹھن معلوم ہونے لگا تھا، آنحضرت صلعم نے اصحاب سے صلاح پوچھی کہ کوئی ایسی تجویز بنائی جائے، جس سے سب کو نماز کے لئے وقت پر اطلاع ہوجایا کرے، کسی نے کہا، گھنٹا بجاؤ، کسی نے کہا آگ جلاؤ، کسی نے کہا ناقوس کھٹکاؤ، فکر ہر کس بقدر ہمت اوست، حضرت عمرؓ کہنے لگے، کہ ان بیجان چیزوں سے جو بھلا کام لیتے ہو، کیوں نہ انسان خود انسان کو بلائے، اور خدا کا نام لیکر بلائے، تاکہ لوگوں کو یہ علم بھی ہوجائے، کہ خدا کی عبادت کے لیے بلایا جارہا ہے، آنحضرت صلعم نے یہ تجویز پسند کی، آغاز اذان اس طرح پہ ہوئی،

باب سوم

اتحاد ہونا

آنحضرت صلعم نے مدینہ کے لوگون مین قومیت کی ایک روح پھونک دی تھی، کیا مسلم کیا کفار اور کیا مہاجر و کیا انصار، سب نے ایک دوسرے سے اتحاد رکھنے اور اتفاق رکھنے کا سبق سیکھ لیا، اور وہ پورانی عربی عادت اور بُرے خصائل ترک کر دیئے، آپ نے اونھین یہ ذہن نشین کرایا، کہ خواہ ہم مین اختلافات کچھ بھی ہون مگر ہم لوگون کو قومیت کا احساس کرنا لازم ہے، بجز اس کے کوئی قوم فلاح نہین پاسکتی، اگر ہم لوگ باہمی تنازعات مین ہر وقت اُلجھے رہینگے تو دائمی کسی نہ کسی غیر کی اطاعت مین ہی رہینگے، ہر بشر کو چاہیے کہ مقدم خیال وہ اپنی قوم کا دل مین رکھے، اور اپنی ذاتی خواہشات کو قومی خیالات پر کبھی ترجیح نہ دے، جو شخص ترجیح دیتا ہے وہ انسان کے درجہ سے اُتر کر حیوانون کے زمرہ مین داخل ہوجاتا ہی، دراصل حیوان کا یہ شیوہ ہے کہ وہ صرف اپنا ہی پیٹ پالن کرسکتا ہی، دوسرے ہم جنسون کا اُسے کچھ فکر نہین ہوا کرتا، اُسے سوچ اور سمجھ کی قدرت ہی اللہ نے اتنی دی ہے، آخر وہ بھی کیا کرے، مگر انسان تو اسی لئے اشرف المخلوقات کہلاتا ہے، کہ اِسے فکر کی طاقت خدا نے دی ہے، لازم ہے کہ تم انسان کا جامہ پہنکر انسان کے خصائل اختیار کرو، اور اپنی قوم کا ہر وقت خیال مقدم رکھو، قومیت کا سب سے اول اصول یہ ہے، کہ قومی معاملات مین امتیاز فرقہ و جماعت بلاوجہ نہ رکھو، اسے تعصب کہتے ہین، یہ

ہٹ دھرمی ہے، اور اس نے اکثر قومون کو دیمک کی طرح کھالیا ہے، اونکا ستیاناس کردیا ہے

اے مدینہ والو اس سے بچنا، خبردار رہنا، یہ تعصب بُری بلا ہے، اس سے بچنا۔

بارہا نالید گفتا قوم را بیدار شو

لوگ اس نصیحت پر کاربند ہونے لگ گئے، اور اون مین یکجہتی اور یگانگت کے آثار بھی

نمودار ہونے لگ گئے، اب اون کو خودبخود ایک ایسے شخص کی ضرورت محسوس ہونے لگی

جو قوم کا راد نمائے، گرتی ہوئی قوم کا یہ خاصہ ہی، کہ ہر یک اون مین سمجھتا ہے، کہ ہم چو ما دیگرے

نیست، ہر ایک دوسرے کے نقائص چھانٹتا رہتا ہے، مگر اپنی اصلاح نہین کرتا، اور

ہر ایک دوسرے سے اختلاف رائے رکھتا ہے، مگر متفق الرائے ہونے کی کوئی سعی نہین

کرتا، مدینہ والون کی جب حالت ذرا سدھر گئی تو اونھون نے فوراً یہ عیب اپنے آپ مین پا لیا

اور یہ فیصلہ کیا، کہ جو ہم مین سلیم الرائے، دور کی سوچ اور خوش مزاجی رکھتا ہو اُسے سب

آدمی ملکر اپنا سردار مقرر کرلین، ایسا مہا مت محمدؐ ہی تھا اور کون ہو سکتا تھا، آپ کے

اوصاف حمیدہ سب سردارون والے تھے، اور صفات ستودہ تاجدارون جیسے، مسلم و غیر

مسلم مدینہ کے بخت خفتہ سے بیدار ہوئے، سب نے بالاتفاق آنحضرت صلعم کو اپنا سردار

مقرر کرلیا، اور حاکم مدینہ منورہ بنادیا،

یہان یہ ذکر کرنا ضروری ہوگا کہ چند ایک لڑائیان مسلمانون کو ایسی بھی پیش آئین جنمین

آنحضرت صلعم کو خود میدان جنگ مین جانا پڑا، انھین غزوہ کہتے ہین، اور بعض ایسی لڑائیان بھی

ہوئین جن مین آپ اپنے کسی سپہ سالار یا سردار کے ہمراہ لشکر بھیجتے رہے، ان کو سریہ کہتے ہین،

اِن مین سے جنگ بدر نے مسلمانون کو کافرون پر غالب کردیا، مکہ کی فتح نے مسلمانون کا تسلط تمام عرب پر بٹھادیا، مسلمان اُصولاً لڑائی سے بڑے کتراتے تھے، اور در اصل لڑنے کی ظاہری طاقت بھی نہ رکھتے تھے، یہ امر قابل غور ہے، کہ اِن کا ایک گروہ بھاگ کر حبشہ چلا گیا، دوسرا گروہ مسلمانون کا تنگ آکر مدینہ مین ہجرت کر آیا، آنحضرت صلعم نے خود دوڑ دوڑ کر غارون مین جا پناہ لی، طرح طرح کی اذیت ومصیبت اُٹھائی، مگر کبھی بھی کسی سے مقابلہ کی کوشش نہ کی، اِس گروہ اور ایسے سرگروہ کی نسبت یہ خیال پیدا کرنا کہ وہ ملک گیری کی تمنا مین جنگ وجدل پر آمادہ رہا کرتا تھا، نادرست ہی، یہ قرین قیاس ہی نہین، کہ ایک مٹھی بھر مسلم عرب کی وحشی وخونخوار قومون سے ارادةً ونیتةً خود جاکے لڑائی شروع کرین، ایسی معمولی بساط سے ایک پہاڑ کو جاکے ٹکر مارنا اُسی کا کام ہی، جس کا سر پھرا ہوا ہو، آپ جیسا عقل کل کبھی اپنی جماعت کو ایسی مصیبت مین نہ پھنسائے، مگر جب جان پر آبنے، تو کون ہے جو خاموش رہے، ہر ایک پر فرض ہی کہ ظالم سے اپنی جان بچائے، آخر اِس دنیا مین ہر ایک چیز کی ایک حد ہے، جل کس قدر ستیل ہی اور کتنا ٹھنڈا ہوتا ہی لیکن اسے بھی اگر اگن دو، تو یہ بھی تپ جاتا ہے، اور ایسے ہی جلاتا ہے، جیسا کہ خود اگنی، مسلمانون پر مسلمان ہونے کی خاطر جو تعدی غیر مسلم قومون نے روا رکھی، وہ تو درکنار رہی، مگر اِن عورتون اور معصوم بچون کے ساتھ جو سنگدلی اور بیرحمی کفار نے کی، اُسے سنکر جسم پر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین، غریب مسلمانون کی خودداری اور حیاداری پر غیر مسلم حملہ پر حملہ کرتے رہے، اگر یہ پھر بھی مدت تک چپ ہی رہے، آخر مجبور ہوگئے، مگر پھر بھی جو کچھ اُنھون نے کیا، اپنی جان بچانے کے لئے اور اسلام کا نام قایم رکھنے کی خاطر کیا، "تنگ آمد بجنگ آمد"

جنگ بدر

آنحضرت صلعم کی جو عزت و منزلت مدینہ والون نے کی، اوس سے آپ کا اقبال دن بدن
بڑھنے لگا، مگر حسد وجاہ بھی تو آخر پہلو بہ پہلو جایا کرتے ہین، ایک شخص عبد اللہ نام مدینہ کا رہنے
والا جو شوق شاہی دماغ مین رکھتا تھا، آپ کے اقبال اور روز افزون جلال کا حاسد ہو گیا،
مکہ والے تو پہلے ہی آپ کی جان کے دشمن تھے، دشمن کا دشمن دوست ہوا کرتا ہی، اِس نے اون سے
گانٹھ لی، ساز باز شروع کر دیا، اور جاسوس بن بیٹھا، ساتھ ہی یہ وعدہ بھی اون سے کیا، کہ اگر تم
مدینہ پر حملہ آور ہو گے، تو مین تم کو ہر طرح کی مدد اور امداد دونگا، اور مکہ والون نے یہ کہا، کہ ہم مدینہ
فتح ہو جانے پر تم کو حاکم مدینہ بنا دینگے، اِدھر مسلمانون کو بھی یہ کھٹک گئی، کہ ایک تو یہان یہ مار آستین
ہم مین موجود ہی، آڑے وقت پر ضرور کوئی نہ کوئی حرکت کریگا، دویم اون کو یہ بھی علم تھا، کہ مکہ
کے کفار تو صرف موقع ہی کی انتظار مین ہین، جب داؤن اون کا لگ گیا، ضرور ہم پر حملہ کرینگے
اور کسی کو جیتا جی نہ چھوڑین گے، اسلئے طیاری جنگ دونون طرف سے برابر ہی ہوتی چلی گئی،
اتفاق ایسا پیش آیا، کہ اِن دنون ایک قافلہ قریش کا شام سے واپس آرہا تھا، اور اوس کو
مدینہ کے قرب وجوار سے گذرنا تھا، چور کی ڈاڑھی مین تنکا، سردار قافلہ ابوسفیان کو کچھ شک گذرا
کہ مکہ اور مدینہ کی مخالفت بہت بڑھ رہی ہے، ایسا نہ ہو کہ مدینہ والے کچھ مقابلہ ہی کر بیٹھین اور ہم لوگ
اپنا مال و متاع نقصان کرا جائین، سردار نے ایک قاصد مکہ دوڑایا اور مدد مانگی، قاصد نے اپنے
اونٹ کے کان کتر دیئے، کجاوہ اُلٹے رخ لگا لیا، اور اپنا پیرہن چاک کر دیا، اور ایک نرالی شکل
و وضع بنا کر جا داخل شہر ہوا، قاصد کو یہ خوب سوجھی، کیونکہ اِس سے اوس کی آمد کی شہرت آناً
فاناً ہو گئی، لوگ اکٹھے ہو گئے، ماجرا پوچھا تو اوس نے کہا، کہ محمدؐ لٹیرا ہمارا مال لوٹنے پر آمادہ ہی

تمھین خبر ہے جس طرح کا وہ آدمی ہے، تم سے کچھ ہو سکتا ہی، تو بتاؤ، ورنہ اپنے مال و متاع سے ہاتھ
دھو بیٹھو، یہ سننا تھا، کہ یکہ مین جنگ کی طیاریان زور شور سے شروع ہو گئین، اکثر لوگ، جو سمجھدار تھے
آخری لمحہ تک مخالف لڑائی کے رہے، مگر عربی کی عقل جتنی بھی ہو، ابوجہل کی جہالت کے سامنے ہیچ تھی
اوس نے کسی کی کوئی پیش نہ چلنے دی اور لوگون کو آمادہ فساد کر ہی لیا، اور لاؤ لشکر مدینہ پر دھاوا
کرنے کو نکل آیا، اُدھر سردار قافلہ اپنا راستہ تبدیل کرکے نکل گیا تھا، اور صحیح و سلامت مع کل مال
و متاع مکہ بھی پہنچ گیا تھا، اوس نے آتے ہی اوس ابوجہل کو خبر بھیجی، کہ لڑنا بے سود ہے، لڑائی
نہ ڈالنا، مگر وہ بھی ابوجہل تھا، اور قضا بھی اُس کی آئی ہوئی تھی، وہ کہان کسی کو خاطر مین لاتا تھا،
اوس نے میدان کارزار گرم کر ہی دیا، ابوجہل (۱۰۰۰) جوان ساتھ لایا، آپ کے ساتھ قریباً
(۳۰۰) آدمی تھے، جن سے (۸۰) مہاجرین تھے، باقی انصار، مگر سب کے سب لڑنے مرنے پر
طیار اور ایک دوسرے سے بڑھ کے آپ کے جان نثار، دراصل مسلمانون کو یہ علم نہ تھا، کہ انھین
اتنی بھاری جمعیت سے مقابلہ پڑجائیگا، مگر پھر بھی ہمت کے میدان مین یہ ذرا نہ گھبرائے اور ڈٹ کر
جمے رہے، قدرت نے فتح کے سامان مسلمانون کے لئے کچھ عجیب مہیا کر دئیے تھے، ایک تو موقع ایسا تھا
کہ سورج دشمن کے سامنے تھا، اور مسلمانون کی پس پشت، دوسرے مسلمان ایک اونچی جگہ پر ڈیرہ
ڈالے تھے اور دشمن کا لشکر نشیب زمین پر تھا، اتفاقاً بارش آگئی، اور آئی بھی بڑے زور شور سے
اوپر کا پانی بہہ کر نیچے جا نکلا، اور غنیم کی صفون مین تمام کیچڑ و دلدل ہو گیا، جس سے مکہ والون کے
دل ٹوٹ گئے، پہلے حمزہؓ۔ علیؓ اور عبیدہؓ میدان مین نکلے، اُدھر سے عتبہ اور اوس کے لڑکے آئے
پھر لڑائی دونون جانب سے زور شور سے شروع ہو گئی، دونون لشکر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے

اور جو ہاتھ چڑھا۔ اُسے گاجر مولی کی طرح کاٹ ڈالا نبی اللہ معہ ابو بکر میدان مین ایک طرف بیٹھے دعا مانگ رہے تھے۔ کہ یا اللہ اپنی امت کی مدد کر اور سچ کا ساتھ دے، کہ اتنے مین وحی نازل ہوئی، جس سے نصرت کی خبر ملی، آپ نے فتح کی خوشخبری لشکریون کو سنائی، میدان مسلمانون کے ہاتھ رہا، بہت سے کفار مارے گئے، اور باقی بھاگ نکلے، مسلمانون نے تعاقب کیا اور بھاگتون کو اسیر کر لیا،

واقعات جنگ

آنحضرت صلعم کی شخصیت اور مسلمانون کی حُسن عقیدت بھی قابل دید ہی، ایک نوجوان مسلمان کی شہادت کی خبر سُنکر اوس کی بُڈھی مان بولی، کہ مجھے اپنے بیٹے کی موت کا ذرا بھی غم نہ ہوگا۔ اگر محمد صلعم یہ کہدین کہ وہ ٹھیک شہید ہو گیا ہی، اور اُسے بہشت نصیب ہوا ہی سبحان اللہ ایمان ہو تو ایسا اور اعتقاد ہو تو اس طرح کا، اِس جنگ مین دو مسلمان لڑکے معوذ اور معاذ بڑے جانباز ثابت ہوئے، اونھون نے دشمن کے لشکر مین پہنچ صف بہ صف ڈھونڈھ کر ابو جہل کو جا پکڑا اور اُسے مار مار کر زخمون سے گھائل کر دیا، اور خود بچکے نکل آئے، کفار بھاگ گئے تھے، اور زخمی اون کے میدان مین پڑے تھے، اتفاقاً عبد اللہ بن مسعود وہان سے گذرے جہان ابو جہل گرا پڑا تھا، ابو جہل نے آواز دی، کہ ارے جانے والے، یہ تو بتاتا جا کہ کون لشکر جیتا ہی، اور فتح و نصرت کس کے نام لکھی گئی، عبد اللہ کہا کہ دشمن خدا تو فرعون سے بھی بدتر ہی وہ مرتے دم تو نادم ہوا تھا، اور تو اب بھی منفعل نہین ہوتا، یہ کہا اور ایک وار سے ابو جہل کا کام تمام کر دیا، خدائے برحق نے اِس طرح اوس شخص کا خاتمہ کیا، جس نے ایک سو اونٹ اور ایک ہزار چاندی کا سکہ خدا کے نبی کے خاتمہ کرنے کے لیئے انعام مقرر کیا تھا، مکہ والے

اب بجائے اِس کے کہ اِس واقعہ سے کچھ سبق سیکھین، خود آرام سے رہین اور دوسرون کو امن مین رہنے دین، اُلٹے مسلمانون کے نیست ونابود کرنے کے پیچھے ہمہ تن لگ گئے، اگرچہ کفار نے منہ کی کھائی، مگر انھین عقل ذرا نہ آئی، اون کی غیرت نے بھی ایک نرالا ہی نمونہ پیش کیا، گھر گھر مکہ مین اونھون نے اعلان کردیا، کہ جنگ کے مقتولون کا کوئی شخص علانیہ ماتم نہ کرے، اور نہ کہین سے رونے دھونے کی آواز اُٹھے، ورنہ مسلمان ہم پر ہنسین گے، اور ہم اون کی نظرون مین سبک ہوجائینگے، ایک بڈھا بیچارہ مصیبت کا مارا اپنے تین نوجوان بچے اِس لڑائی مین کھو بیٹھا تھا، اور آپ شامت اعمال اور دکھڑے دنیا کے دیکھنے کو پیچھے رہ گیا تھا، اب ایسا شخص اگر اپنے بیٹون کے انتقال کے غم مین نہ روئے تو اِن کم عقلون کی عقل پر تو روئے جنھون نے قانون قدرت کے خلاف قانون نافذ کر رکھے تھے، مگر اب کوئی روئے بھی تو کہان جاکے! کیونکہ اگر کوئی اُسے روتا دیکھ پائے تو اوس کی شامت آجائے، اِن ظالمون کے ظلم سے تنگ اور اپنی جان سے لاچار بڈھا غریب شہر سے باہر چلا جاتا، اور اپنے بچون کو یاد کرکے اپنی بیکسی پر روتا، ایک دن ایسا واقعہ پیش آیا کہ اُسے کسی اور شخص کے رونے کی آواز آئی، اوس نے جھٹ لونڈی کو بھیجا کہ جا دیکھ تو سہی، کیا رونے کی عام اجازت مِل گئی ہے؟ لونڈی نے واپس آکے کہا کہ ایک بیوہ بیکس کا اونٹ گم ہوگیا تھا، ہرچند اوس نے تلاش کی ہے، دستیاب نہین ہوتا، اب بیچاری مایوس ہوکر آبیٹھی ہے، اور اپنے بخت گم گشتہ پر رورہی ہے۔ یہ سنکر بڈھا بے اختیار زور زور سے رونے لگ گیا، کہنے لگا۔ کہ یہ کیا اندھیر نگری ہے کہ جو اونٹ چلا جائے تو رونا روا ہے، اور جو تین جوان بچے ناحق خون ہوجائین تو اون پر آنسو بہانا بھی ناروا ہے لعنت ہو اِن لوگون پر

اور صد لعنت ان کی سمجھ پر،

اسیران جنگ

جو لوٹ اِس جنگ مین ہاتھ آئی تھی، اوس کی تقسیم اس طرح پر کی گئی۔ کہ چار حصہ اوسکے تو شرکائے جنگ مین بانٹے گئے اور پانچوان نبی اللہ کی تحویل مین بیت المال کی حیثیت مین رکھا گیا تاکہ وہ اس سے مفلس محتاج کی مدد کرین، یا کسی اور رفاہ عام پر جہان آپ مناسب خیال کرین خرچ کرین، جو قیدی اِس جنگ مین پکڑے گئے تھے، اون کو ابوبکرؓ کی رائے کے مطابق رہا کردیا گیا، اگرچہ عمرؓ اس سے اختلاف رائے رکھتے تھے، حکم رہائی مین شرائط یہ تھین۔ کہ غریب اور ان پڑھ تو فوراً رہا کر دیئے جائین، مگر جو زردار ہین وہ تاوان داخل کرین، اور تعلیم یافتہ اشخاص مدینہ مین کچھ عرصہ کے لئے قیام کرین، اور مسلمان بچون کو تعلیم دین، بعدین وہ بھی اپنے اپنے گھرون کو واپس جاوین، اِن شرائط سے اسیران بہت ہی خوش ہو گئے کیونکہ یہ پہلی ہی دفعہ تھی، کہ قیدیان جنگ کے ساتھ کسی فاتح قوم نے ایسی خوش اسلوبی سے برتاؤ کیا ہو، یہان تک پسندیدہ سلوک اون لوگون سے مسلمانون نے کیا، کہ اِن اشخاص کو اپنا مہمان تصور کر لیا، جب کسی مسلمان کے گھر اپنے کھانے کو کافی نہ ہوتا، تو وہ خود کھجور کھا کے گذارا کر لیتا، مگر مہمان کو ضرور گندم کی روٹی ہی دیتا اگر کسی مسلمان کے کہین جانے کو کافی سواری بہم نہ آسکتی تو آپ پا پیادہ ہو جاتا مگر مہمان کو ضرور سوار کرا لیتا، گویا فاتح مسلمانون اور مفتوح مشرکون مین کسی قسم کا امتیاز نہ رہا، اِس آئین محمدیؐ پر اہل اسلام جتنا فخر کرین بجا ہے، اور جس قدر ناز اِس پہ کرین زیبا ہے، یہ وہ واقعہ ہے جس کی نظیر اب تک نہین ملتی،

فساد سویق

ابوجہل کا گذرنا تھا، کہ اوس کی بالت کی گدی پہ ابوسفیان بیٹھ گیا، اوس نے قسم کھالی

کہ مین جب تک جنگ بدر کا انتقام محمدؐ سے نہ لے لونگا، نہ عورت سے صحبت کرونگا، نہ سر مین تیل ملونگا، وہ اس طرح کی شیخیان ضرور لوگون مین بگھارتا رہتا تھا، مگر سامنے نکل کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکتا تھا، ایک دن اوس نے سوچا۔ کہ قسم تو مین کھا بیٹھا ہون، اب جب تک کوئی حیلہ بہانہ نہ کردن، لوگون کے سامنے منھ کیسے لاؤن، اوس نے کیا کیا۔ کہ ایک روز مدینہ کے قرب وجوار مین چپ کے سے ایک دستہ آدمیون کا ساتھ لیکر چلا گیا، وہان ایک آدھ مسلمان کو اون کے گھر مین ہی مار آیا۔ اور ایک آدھ گھر کو آگ بھی لگا آیا، اور بھاگ کے نکل آیا، بھاگا بھی ایسے جیسے رات کو چور بھاگتے ہین، بوریان ستو کی راستہ مین ہی پھینک آیا، کیونکہ اون کے سمیت بھاگنا اُسے دشوار ہو گیا تھا۔ یہ تو جوانمردی تھی جس پر وہ دن رات شیخین بگھارتا تھا، اور انتقام کے لیئے دانت پیسا کرتا تھا،

آنحضرت صلعم کی حالت اب اِس طرح تھی، جیسے ایک فرمانروا کی اپنے ملک مین ہوا کرتی ہے، کیؐ ایک گرد و نواح کی اقوام سے اقرارنامہ وعہدنامہ بھی اب ہونے لگ گئے بعض سے موافقت پیدا ہوگئی اگر بعض سے ناموافقت بھی ساتھ ہی ساتھ ہوتی جا رہی تھی۔ آپ اگرچہ حق وانصاف سے تجاوز کرنا۔ خواہ معاملہ مذہبی ہو یا ملکی خلاف ایمان سمجھتے تھے، مگر حاسدون کو بھی تو خدا ہی کی زمین پہ رہنا ہے، یہ بھی تو ہر جگہ موجود ہی ہوا کرتے ہین، کہان تک اِنسان اِن سے بچے، مدینہ کے نزدیک ایک یہود قوم بستی تھی، اِن مین حسد کی ایسی آگ بھڑکی۔ کہ یہ آپکا حاکم مدینہ ہوجانا اور مکہ والون کو شکست دینا برداشت نہ کرسکے، اِن کو یہ فکر لگا کہ اگر مسلمانون کا اقتدار اِسی طرح بڑھتا گیا، تو یہ ہم کو بھی تنگ کرین گے، ابھی سے اِنکا فیصلہ کرو، اور یہ خرخشہ دور کرو، اِس نیت سے اونھون نے

اندر ہی اندر طیاری جنگ کی شروع کر دی، مسلمانون کا انتظام اب بڑا پسندیدہ تھا، ان کو خبر لگ گئی، کہ دوسری طرف کیا ہو رہا ہے، انھون نے پیش بندی کی اور آنحضرت صلعم (۴۵۰) آدمی لیکر فوراً میدان مین نکل آئے، یہود یہ دیکھکر ہیبت کھا گئے اور پہاڑیون مین جا چھپے، اور اِدھر مسلمان بے فکر ہو کے بیٹھ گئے، اور اپنے کھانے پکانے مین لگ گئے، ایک یہودی نے جو کسی اونچی جگہ گھات لگا کر بیٹھا تھا، آنحضرت صلعم کو اکیلا جو دیکھا، تو موقع کو غنیمت جانا، فوراً پہاڑی سے اُترا اور دبے پاؤن کہ آہٹ نہ ہو آپ کے سرہانے آ کھڑا ہوا، اور تلوار الف کر کے کہنے لگا کہ ارے محمد اوٹھ۔ اب بول، تیرا وقت اخیر آ گیا ہے، کون ہے تیرا بچانے والا، آپ ہمت کے میدان مین ذرا نہ چوکے اور متانت سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا، کہ وہ ہے میرا بچانے والا جس نے مجھے اور تجھے بنایا ہے، وہ ہے، جو میری اور تیری جان لیگا، وہ میرا محافظ، تو ہے کون ! کچھ ایسا رعب اوس پر یہ سُنکر طاری ہوا۔ کہ اوس کا ہاتھ لرزش کھا گیا، اور تلوار اوس کے ہاتھ سے گر پڑی، آنحضرت صلعم نے فوراً پکڑ لی اور ویسے ہی ہاتھ مین اُٹھا کر اوس سے مخاطب ہو کے کہا، کہ اب تو بول، تیرا بچانے والا کون ہے، بیچارہ عاجز و بکے سہم کے جہان کا جہان تھا وہین رہ گیا، اور آہستہ سے آنکھین نیچی کیے کہنے لگا، " اجی میرا محافظ یہان کون ہے " آنحضرت صلعم نے کہا، کہ میرا بچانے والا وہی اللہ ہے، جس نے اپنے رسول کو بچایا ہے، "اشھد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اِس کے علاوہ اور کوئی واقعہ اِس جنگ مین پیش نہین آیا، نہ لڑائی ہی لڑی گئی، اور نہ کوئی مال متاع ہی کسی کے ہاتھ لگا،

جنگ اُحد

قریش جنگ بدر مین شکست کھا کر ایسے نادم و شرمندہ ہوئے تھے، کہ سر سامنے نہ اُٹھا

سکتے تھے، مگر اندر ہی اندر دن رات طیاریون مین لگے رہتے تھے۔ واپس مکہ جاتے ہی اونھون نے
یہ ٹھان لی تھی، کہ بدلہ ضرور لینگے، ہروقت غصہ سے دانت پیسا کرتے تھے، انتقام اون کی سرشت
مین تھا، اور کینہ اون کی فطرت مین سردار ابوسفیان کی بیوی ایک بڑی بدطینت عورت تھی،
وہ ہروقت اپنے خاوند کو اور اوس کے ہمنشینون کو بُرا بھلا کہتی رہتی تھی، اور طعن وتشنیع کیا کرتی
تھی، کہ اے بےغیرت لوگو میرے باپ اور بھائی تو مارے جاوین اور تم منھ دیکھا کرو، تم مردون سے
تو ہم عورتین زیادہ مستعد ہین، اور ہم کو بدرجہا زیادہ غیرت ہے، چلو، جو تم خائف مسلمانون کے ہو،
تو ہم تمہارے ساتھ چلینگے اور پہلو بہ پہلو لڑینگے، وہ اکثر اس طرح طیش دلاتی رہتی تھی، عورت
کی یہ گفتگو سُنکر مردون کے خون نے بھی جوش مارا، اور (۳۰۰۰) آدمی سامان حرب سے آراستہ
اور نشۂ جنگ سے ہوش وحواس باختہ مسلمانون کے چیرنے پھاڑنے کو نکل پڑے، اُدھر
مسلمان بیچارے شامت کے مارے (۷۰۰) آدمی لیکر مقابلہ کو آئے، اور دامن اُحد مین آ
ٹھہرے، رات دونون لشکر اپنی اپنی جگہ جم گئے صبح ہوتے ہی دونون جانب سے دھاوا
ہوگیا اور ایسی گھمسان کی لڑائی مچی کہ اپنے بیگانے کی خبر نہ رہی، جو جس کے ہاتھ چڑھا اُسنے
کاٹ ڈالا، اور پل کے پل مین کھیت کر دیا، حمزہ شہید ہوگئے، آنحضرت صلعم خود زخمی ہوگئے
سیر د تلوار ہر دو کی چوٹ آئی، اور ایک شدید ضرب دُرِ دندان نے بھی کھائی، مسلمانون کا
علم بردار بھی مارا گیا اور ان کی صفون مین شدت کا شور شرابہ مچ گیا، علم بردار کی شکل
شباہت کچھ کچھ رسول اقدس صلعم سے ملتی جلتی تھی، اوس کے مارے جانے پر یہ بھی خبر اُڑ گئی،
کہ آپ شہید ہوگئے ہین، یہ خبر اُڑنی تھی، کہ تمام لشکر کا دل ٹوٹ گیا، اور کھلبلی مچ گئی،

مسلمانون کے پاؤن اُکھڑ گئے، دشمن کی بن آئی اور مسلمان نقصان مین رہے، کفار قریش نے
اب اپنا منھ سیدھا مدینہ کو کر لیا، مگر فوراً ہی مسلمان بھی گھر پہنچ گئے۔ عسائد کفار کو
اب علم بھی ہو گیا تھا، کہ آنحضرت صلعم حیات ہین، وہ علم بردار تھا، جو شہید ہوا ہے، اِس سے
وہ دل شکستہ ہو گئے، اور وہان سے نکلے، مکہ کی عورتون نے اِس لڑائی مین بڑا حصہ لیا،
جنگ بدر کے مقتولون پر مرثیہ پڑھتی تھین اور لڑائی سے مُنھ موڑنے والون پر تبرّا بولتی
تھین، سردار ابوسفیان کی بیوی ہندہ بھی شریک تھی، ہندہ بڑی کینہ جو عورت تھی، باپ
اور بھائی کے قتل کا انتقام اوس نے دِل مین برابر رکھا، ایسی شتر کینہ تھی، کہ جب تک اِس نے
حضرت حمزہؓ کی لاش کو ڈھونڈھ کر اونکا پیٹ چاک کر کے اور اونکا کلیجہ نکال کے اپنے دانتون سے
چبا نہ لیا، تب تک اِس کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا، اور پھر اِس ڈائن نے اِس پر بھی اکتفا نہ کی،
اونکے کان اور ناک بھی کُتر ڈالے، آنحضرت صلعم نے جب اپنے چچا کی نعش کا یہ حال دیکھا
تو سینے پر سانپ سا لوٹنے لگ گیا، آپ اگر چاہتے تو کفار قریش کی تمام لاشونکا یہی حال کر دکھاتے
مگر خدا کا رسول اور انتقام کا اُصول، حریف سے بدلا لینا اور دشمن سے کینہ نکالنا، یہ اوس
پاک سرشت اور نیک اصل سے بہت بعید تھا، دل پر بڑا قلق پیدا ہوا، مگر برداشت
کر گئے،

سردار حارث
حملہ کر:

مسلمانون کو دم لینا کہان نصیب مین لکھا تھا، بمشکل چند ہی دن گذرے ہونگے،
کہ قبیلۂ بنی المصطلق کا سردار چڑھ آیا، مگر مسلمان اوس سے ایسے جان توڑ کر لڑے کہ اُسے
بھاگتے بنی، لوٹ کا مال جو ان کے ہاتھ چڑھا، اوس مین دو سو نفر، ایک ہزار اونٹ،

اور پانچ ہزار بھیڑ بکریان تھین، ان نو گرفتاران بلا مین سردار کی بیٹی جویریہ بھی تھی مال غنیمت کا جو بٹا تو وہ لڑکی سپاہی بچہ کے ہاتھ آ گئی، لڑکی بیچاری گھبرائی اور اوس نے سپاہی سے بڑی منت وزاری کی، آخر اوس نے اس بات پر راضی کر لیا کہ اگر اوس کو معقول رقم تاوان دے دیجائے تو وہ اس لڑکی کی خلاصی کر دے گا، مگر اب سوال تو یہ درپیش تھا، کہ کون یہ مالی امداد دے، لڑکی کے بھاگ جو جاگے اور اوس کی نیک ساعت جو آئی تو یہ خبر اڑتے اڑتے رسول اللہ صلعم تک پہنچ گئی، سپاہی سے حکماً آزاد کرانا تو خلاف آئین تھا، کیونکہ یہ مال اوس کا ہو چکا تھا، آپ نے اپنی گرہ سے رقم تاوان سپاہی کو ادا کر دی، اور لڑکی کو آزاد کرا دیا، اور ایک معتبر آدمی کے ساتھ اوسکو آپ نے ماں باپ کے پاس روانہ کر دیا، اتفاق ایسا ہوا کہ ادھر تو اس کا روانہ ہونا تھا اور ادھر جویریہ کا باپ بہت سا زر وجواہر لیکر خود مدینہ آ پہنچا کہ جو کچھ بھی انحضرت صلعم منھ سے مانگین نذر کر دن اور اپنی بیٹی کی بند خلاصی کرا دن، وہان جو پہنچا اور اپنی بیٹی کی آزادی اور آنحضرت صلعم کی اپنی گرہ سے تاوان کی ادائگی کا حال جو سنا۔ تو حیران ہو گیا، کہنے لگا مسلمان کہان اور یہ مرغوب اخلاق کہان، اسے کیا خبر تھی۔ کہ اسلام کی بنیاد خلق پر ہے، سردار اس واقعہ سے ایسا متاثر ہوا کہ معہ خویش واقارب مسلمان ہو گیا، ساتھ ہی اوس نے یہ بھی عرض گذرانی کہ میری بیٹی جویریہ کو آپ زوجیت مین قبول کرین، آپ ابھی سوچ بچار ہی تھے کہ اسے کیا جواب دیا جائے، کہ اتنے مین یہ بات اڑ گئی اور لشکریون تک پہنچ گئی، اونھون نے باہمی ملکر یہ عہد کر لیا، کہ اگر آنحضرت صلعم جویریہ کو زوجیت مین قبول کر لینگے، تو ہم اپنے اپنے غلام رہا کر دینگے، وجہ یہ تھی کہ بڑی تعداد اون غلامون کی جو اس جنگ مین اسیر ہوئے تھے جویریہ کی قوم و قبیلہ کے لوگون کی تھی،

اور نبی اللہ کی محبت وادب مانع تھے، کہ آپ کی منکوحہ کے رشتہ داران آپ کے لشکریون کے پاس غلام رہین، آنحضرت صلعم نے جب یہ سنا کہ میری اِس شادی سے ایک صد بندگان خداوندگی کی بند سے آزاد ہوکر اپنا پیدایشی حق آزادی پھر حاصل کر لینگے، تو آپ کو تجویز شادی منظور کرنے مین پھر ذرا بھی تامل نہ رہا، نکاح جویریہ کا آنحضرت صلعم سے ہوگیا، رنگین مولا کے رنگ بھی عجیب ہین کہان سردار کی لڑکی سے کنیزک کیا، اور کہان اب کنیزک سے کشور عالم کی ملکہ بنا کر بٹھا دیا،

جنگ خندق

ابو سفیان کو اب پہلی لڑائی سے ایک سال کا وقفہ مل چکا تھا، اب اوس نے اپنی تیاری بہمہ وجوہ مکمل کرلی، اب کے وہ (۴۰۰۰) قریش اور (۶۰۰۰) یہود لیکر مدینہ پر چڑھ آیا مسلمان اتنا ٹڈی دل لشکر آتا سنکر گھبرا اُٹھے، لگے صلاح مشورہ کرنے اور تدبیر کے گھوڑے دوڑانے، مسلمانون مین ہر بشر کو یکسان اختیار اظہار رائے کا ہوا کرتا تھا، اور احمدی آئین کا یہی اُسوۂ حسنہ تھا، ان مین ایک شخص سلمان فارسی موجود تھا، وہ کہنے لگا کہ ہماری جمعیت بہت قلیل ہے اور ہم میدان مین نکل کر سامنے مقابلہ کی تاب نہین لا سکتے، اب ہمارے لیے سوائے اِس کے کوئی چارہ نہین کہ ہم کہین پناہ گزین ہو جائین، حریف کا لشکر عظیم الشان ہے اور ہم مسلمان بے سروسامان ہین، اگر مدینہ مین مقابلہ ہوگیا، تو نہ صرف ہم ہی مارے جائین گے، بلکہ ہمارے بال بچے بھی ساتھ ہی تباہ ہو جائینگے، جو میری سنو تو مدینہ کے نزدیک ہی جو پہاڑی سلع نام ہے، اِس کے دامن مین چل بیٹھو، اور اپنے سامنے ایک کھائی گہری کھود لو، پھر دیکھین کے جو اللہ کرے، آپ نے یہ تجویز پسند کی اور سب نے آمین کہی، مسلمانون کو یہ اندیشہ بھی لگ رہا تھا کہ کفار کہین شہر مدینہ پر ہی نہ حملہ آور ہو جائین، اسلئے انھون نے یہ پیش بندی کی، کہ اپنی عورتون اور بچون کو قلعون مین

بٹھا دیا اور ضروری سامان اون کے حوالہ کر دیا، کہ آڑے وقت پر وہ شہر کی اور اپنی حفاظت
کر سکین اور آپ توکل باللہ تین ہزار (۳۰۰۰) آدمی کی جماعت لیکر دامن کوہ مین چلے آئے
یہان پہنچتے ہی آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ فی الفور پانچ گز چوڑی اور پانچ ہی گز گہری خندق
کھودنی شروع کر دی جائے، اور جبتک یہ ختم نہ ہولے کوئی آرام نہ لے، جب آنحضرت صلعم
خود اپنے دست مبارک سے کھُدائی کر رہے تھے تو سپاہ کا تو پھر کیا حال ہوگا۔ ادھر ہاتھون مین
آبلے پڑ گئے، اور کھُدائی کے لیے جھُکتے جھُکتے کمرین ٹوٹنے لگین، اُدھر ہر ساعت غنیم کا ڈر دامن گیر
کہ پہنچا کہ پہنچا۔ اب آیا کہ آیا، غنیم بھی وہ دشمنِ جان جو دس ہزار جرار سپاہ لئے ہر ساز سے مہیّا
اور ہر سامان سے آراستہ برابر چڑھا آرہا ہو، اور بلا وجہ و بلا عذر آمادہ فساد ہو، نہ اوسے
دھرم کی ہو نہ ایمان کی، نہ خدا کی نہ خدا کے رسول کی بس دل مین اِک حسد کی آگ رکھتا ہو
اور سینہ مین کینہ، ایسے بدشعار و بد اندیش دشمن سے مقابلہ، خدا پناہ دے، ادھر بیچارے مسلمانون کا
یہ حال تھا، کہ نہ تو اِن کے پاس کافی سامان جنگ ہی تھا، اور نہ کھانے پینے کا کوئی رنگ ڈھنگ،
ادھر اپنی جان پہ بن آئی تھی، اُدھر مدینہ مین بال بچہ کی تباہی کا ڈر، مگر باوجود اِن سب تکالیف کے
یہ خدا کی پیاری اور محمدؐ کے نام پہ واری سپاہ برابر ڈٹی رہی، جب تک کہ خندق نہ طیار ہوگئی
اتنے مین دشمن بھی اپنا لاؤ لشکر لیکر سر پہ چڑھ آیا، اور دونون لشکر خندق کے آر پار جم گئے،
تیر تفنگ دونون جانب سے چلتے رہے اور اینٹ پتھر سے دو رویہ مقابلہ ہوتے رہے، مسلمانون کو
خندق نے بڑا کام دیا، خندق مین کوئی اُترا نہین اور مسلمانون نے اوس کی سرکوبی پتھرون سے
کی نہین، ایک تو اِس خندق نے غنیم کے راستہ مین ایک بڑی کٹھن منزل ڈال رکھی تھی،

دوسرے مسلمانون کی خوش نصیبی سے قریش اور یہودیون باہمی تفرقہ پڑگیا، اور ایک دوسرے سے اعتبار اُٹھ گیا، دِل دشمن کا تو اسی سے ٹوٹ گیا تھا، مگر اِس پر اضافہ یہ بھی ہوگیا، کہ رات کو زبردست آندھی چلی، اور ساتھ ہی بارش بھی گھٹا باندھ کے آپہنچی، ایسا موسلا دھار مینہ برسا کہ ڈیرے خیمے غنیم کے سب اُکھڑ گئے، اور سب سلسلہ درہم برہم ہوگیا، بد انتظامی تو آگے ہی وہان موجود تھی بدنسقی اور بدتر ہوگئی اور دشمن کو بھاگتے بنی، سردار لشکر ابوسفیان بھاگتون کا بھی سردار رہا، جو بھاگتے دکھائی دیئے اون سب مین اول وہ تھا مسلمان خوشی خوشی گھر لوٹ آئے، اگرچہ مال و متاع اِن کے ہاتھ کچھ نہ آیا، مگر جان بھی لاکھون پائے،

عہدنامہ

مسلمانون کو اپنے باپ دادا کا مسکن چھوڑے اب سالہا سال گذر چکے تھے، اون کے دل مین اِک دردِ وطن، اور محبت کعبہ نے اون کے من کو آگھیرا، ساتھ ہی اونھین زیارت حرم کا اشتیاق حد سے بڑھا جاتا تھا، مسلمان کہتے تھے، کہ یا اللہ یہ کیا ظلم ہے۔ کہ اور قومون کے لوگ تو اپنے معبد کو جب چاہین بلا روک ٹوک آئین جائین، مگر ایک ہم ہین جن پر نہ صرف طواف کعبہ بند ہے۔ بلکہ مکہ معظمہ کا داخلہ بھی منع ہے، مسلمان اب بہت تنگ آگئے۔ اور زیادہ زیادتی کہ والون کی برداشت نہ کرسکے، انھون نے قطعی فیصلہ کرلیا، کہ خواہ کچھ بھی ہو اب ہم ضرور زیارت کو جائینگے، اور طیاریان شروع کردین، چنانچہ روز مقررہ کو آنحضرت صلعم (۱۵۰۰) آدمی زیارت کے لیئے ساتھ لے کے رُخ مکہ اللہ ہو پڑے اور اپنے ساتھ (۷۰) اونٹ بھی قربانی کے لئے لے لئے، یہ تمام لوگ نہتے تھے، آپ کا حکم تھا کہ کوئی ہتھیار

ہتھیار بھی ساتھ نہ لے جائے، مبادا مکہ والون کو ہم پر لڑائی کا شبہہ گذر جائے، مگر وہ ایسے شکی تھے۔ کہ وہان کسی کے شک دلانے کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی، اونھون نے مسلمانون کا نام ہی سُنا تو کمرین باندھ لین اور لڑائی کی ٹھان لی، آنحضرت صلعم مکہ سے ایک منزل ادھر ہی تھے، کہ کیفیت کفار کی آپ نے سن لی، اور وہین ٹھہر گئے، وہان سے ایک قاصد مکہ کو روانہ کیا۔ کہ اون کو جا کے سمجھائے، کہ بھائی ہم کو غرض صرف طواف سے ہے اور زیارت سے جو ہماری کوئی نیت لڑائی جھگڑے کی ہوتی، تو ہم احمق تھے کہ بغیر ہتھیار اور سامان کے ہم نہتے چلے آتے، تم اپنا آدمی بھیجو اور اپنی تشفی کر لو، کہ ہمارا بیان یہ صحیح ہے یا غلط، مگر مکہ والے بھلا کہان اِن باتون کو مانتے تھے، اونھون نے ایک نہ سُنی اور یہی کہا۔ کہ ہمارے ساتھ پہلے باضابطہ عہدنامہ کرو، اور پھر ہم اندر آنے دینگے، چنانچہ باہمی شرائط تجویز ہوتی رہین، اخیر فیصلہ مفصلہ ذیل شرطون پر ٹھہرا، کہ (۱) اِس سال تو مسلمان واپس چلے جائین، البتہ اگر آیندہ سال آئینگے تو اجازت زیارت کی دی جائے گی، (۲) تین روز سے زیادہ مکہ مین قیام کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ (۳) اسلحہ ساتھ لانے کی سخت ممانعت ہو گی، (۴) اگر کوئی شخص مکہ والون کا بلا اون کی اجازت کے مسلمانون کی طرف چلا جائے گا تو مسلمانون کو اُسے فوراً واپس کرنا ہوگا، لیکن اگر کوئی مسلمان بھاگ کر مکہ مین آجائے تو مکہ والون پر اوس کی واپسی فرض نہ ہوگی (۵) دس سال تک کوئی فریق ایک دوسرے پر حملہ نہ کرے گا، (۶) قریش مسلمانون کے ہم عہدون سے مزاحم نہ ہون گے، اور نہ قریش کے حلیفون سے مسلمان مزاحم ہون،،

مسلمانون کی بڑی تعداد اِس امر کے خلاف تھی۔ کہ ایسے عہدنامہ پر دستخط کیے جائین
وہ کہتے تھے کہ اِن شرائط کی قبولیت مین ہماری سُبکی ہے، آنحضرت صلعم نے اونکو سمجھایا، کہ بھائی
کیا تم کو شک ہے۔ کہ کوئی مسلمان ہم سے بھاگ کر وہان چلا جائیگا؟ سب یکزبان ہو کر کہنے لگے
کہ نہین، ہرگز نہین، تو آپ نے فرمایا، اگر اونکا کوئی آدمی بھاگ کر ہمارے ہان چلا آئے تو
وہ ہمارے کس کام کا ہے، ہم کو اوسے پاس رکھنے کی کچھ ضرورت ہے؟ سب کہنے لگے۔ کوئی
نہین، اِس پر آپ نے فرمایا۔ تو پھر کیا ہرج اِن شرائط کے مان لینے مین ہے۔ باقی شرائط پر
ہم پہلے ہی سے کاربند ہین، ہتھیار نہ ہم لائے ہین اور نہ آیندہ لائینگے، ہماری نیت صاف ہے،
ہم صرف زیارت حرم کے لیئے آئینگے، نہ کہ لڑائی کے لیئے، ایسا ہی تین دن والی شرط مین بھی
کچھ نقص نہین، ہمارے لیئے تین پہر بھی کافی ہین، ہم مسلمان ہین، ہم شرارت پسند نہین کرتے،
اگر یہ عہدنامہ نہ لکھا گیا، تو فساد بڑھے گا، اور نوبت لڑائی تک جا پہونچے گی، اے مسلمانو، خلقت
خدا کا خون ہوگا، یہی مناسب ہے۔ کہ سب رضامندی اِس پر ظاہر کرو، سب نے آمین کہی،
رسول اللہ صلعم نے دستخط اپنے ثبت کر دیئے، اور مسلمان بلا زیارت بلا داخلہ مکہ واپس
مدینہ چلے آئے،

رسالت وسا

اب حجاز مین شجر اِسلام جڑ پکڑ گیا تھا، اور یہ اندیشہ دِل سے دور ہو گیا تھا کہ اِسے
قریش کی آندھی یا یہود کا طوفان کوئی نقصان پہنچا سکے، چونکہ یہ اطمینان قوی ہو چکا تھا، اب
آپ نے توجہ مبارک باہر کے ممالک کی طرف مبذول فرمائی۔ آپ اللہ کا پیغام لائے تھے، اسلیئے
یہ لازم تھا۔ کہ وہ پیغامبری کیجاتی اور پیغام الٰہی کی خبر ملک بہ ملک پہونچائی جاتی، اِس حکم

اُنھی کی تعمیل مین آپ نے دعوتِ اسلام کے خطوط عرب کے اِرد گرد ممالک مین شاہانِ وقت کو اپنے ایلچیون کی معرفت روانہ کئے، مراسلے سربمہر تھے، مہر پہ "محمد رسول اللہ" نقش تھا، آپ کے سفیر حبشہ۔ ایران۔ روم، شام اور مصر مین پیغمبری پروانے لے کے پہنچے، تحریر صاف تھی، اور نوشت دلیرانہ۔ ایسی تھی جیسے کہ ایک نبی اللہ کی شایان کے شایان ہو۔ "بھیجنے والا اِس خط کا محمد جو خدا کا بندہ ہی اور خدا کا رسول ہی۔ بنام شاہ۔ ملک فلان۔ والیٔ فلان۔ واضح ہو کہ سب خلقت خدا کی ہی، تم بندہ اوس کے ہو۔ مین تم کو اوس کی طرف راغب کرتا ہون، اوس پہ ایمان لاؤ اور عاقبت کا نفع اُٹھاؤ"۔..................

نجاشی بادشاہ حبشہ نے توجیب سے آنحضرت صلعم کی رسالت کا ذکر سُنا تھا، تب ہی سے اسلام قبول کر لیا تھا، مگر اب اوس نے علانیہ اپنا اسلام قبول کرنا سب کے سامنے تسلیم کر لیا، شاہ روم نے بھی محمدی سفارت کی بڑی عزت کی اور تحفہ تحائف دیکر واپس کیا، دِل سے اسلام اوس نے بھی قبول کر لیا، مگر دائین بائین اوس کے عیسائی ہی عیسائی تھے، وہ یہ جرأت اوس وقت نہ کر سکا کہ لوگون مین برملا اعلان کر دے، کیونکہ اُسے یہ اندیشہ تھا کہ میرے مسلمان ہو جانے سے مبادا میری سلطنت مین فتور ہیچ جائے، شاہ ایران البتہ سفیر سے اچھی طرح پیش نہ آیا، مگر خدا نے اُسے جلدی ہی سزا بھی اِس کی دیدی؛

یہود اب پھر سر اُٹھانے لگے، اور مسلمانون سے چھیڑ چھاڑ اونھون نے شروع کر دی یہان تک کہ اندر ہی اندر ایک بھاری لشکر کھڑا کرنے کا ساز و سامان اونھون نے مہیا کر لیا اور سب انتظام مکمل کر لیا، ایسی چال چلے کہ مسلمانون کو پتہ ہی نہ لگا کہ کیا ساز باز اونھون نے

یہان تک کہ اس سازش مین چند قبیلے مکہ کے بھی شامل کر لئے، اور یہ عہد کر لیا۔ کہ جو کچھ بھی ہو ایک دفعہ مسلمانون کا قلع قمع ضرور کیا جائے تاکہ یہ آئے دن کا خدشہ مٹ جائے، مگر اتفاق حسنہ ایسا پیش آیا کہ ان کو خبر لگ گئی کہ یہود تو ہماری بیخکنی کے درپے ہین، بس پھر تو کیا تھا مسلمانون نے پیش بندی کی اور (۱۴۰۰) آدمی کا لشکر ان کے قلعون پر چڑھ آئے، اور یکے بعد دیگرے سب ہی تسخیر کر لیئے، صرف ایک قلعہ خیبر رہ گیا، یہ ایک بڑی بھاری مرکزی پناہ غنیم کی تھی، یہودیون نے فصیل قلعہ کا دروازہ بند کر لیا اور اندر بیٹھ گئے، دونون لشکر اندر باہر جم گئے اور لڑائی کے لئے تلے رہے، کوئی ایک دوسرے کا اکیلا دکیلا آدمی جو ہاتھ چڑھ جاتا تو وہ بچ کے نہ جاتا، مگر ویسے آمنے سامنے نکل کے حلہ نہ ہوا مسلمان چاہتے تھے کہ کہین یہ فیصلہ ہو اور ہم لوگ واپس گھرون کو جائین، مگر یہود اس طرح لڑائی لڑنے سے کتراتے تھے، اتنے مین حضرت علیؓ جو پہلے بسبب علالت طبع لشکر کے ساتھ نہ آسکے تھے: اب آملے، آنحضرت صلعم اون کو دیکھ کر نہایت ہی خوش ہوئے طبیعت علیؓ کی اگرچہ ابھی بدستور نادرست ہی تھی، مگر آپ کا رُخ جو ادھر دیکھا تو اونھون نے فوراً زرہ بکتر لگالی، ہتھیار باندھ لیئے۔ تیر ترکش چڑھالی۔ اور سُرخ لباس پہن اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے اُترے میدان مین، جب علیؓ قلعہ کے دروازہ کے نیچے پہنچے تو اُدھر سے سردار قلعہ کا بھائی خود مقابلہ کو نکل آیا، اور حضرت علیؓ سے اوس کی مُٹ بھیڑ ہو گئی، کچھ دیر تو وہ ڈٹا رہا، مگر آخر اوس نے ایسی منھ کی کھائی کہ اوس کی جان ہوا ہو گئی اور قلعہ کے آگے لشکر کے سامنے ڈھیر ہو کر گر پڑا، سردار قلعہ نے جب بھائی کو اپنی آنکھون کے سامنے

اِس طرح لڑتا گرتا مرتا دیکھا، تو اوس کے خون نے جوش مارا، چمک اُٹھا، اور لشکر لیکر خود باہر نکل آکھڑا ہوا اور للکارا۔ کہ آؤ۔ نکلو، حضرت علیؓ پھر بڑھے اور دونون بالمواجہ وِنگل مین نکل آئے، سردار بڑا قوی ہیکل جوان تھا، اِسپر ایک تو نشہ سپہگری سر مین رکھتا تھا، دوسرے بھائی کے خون کا انتقام دل مین بڑی آن بان سے نکلا، اور دِل توڑ کر مقابلہ کیا، مگر اِدھر بھی شیرِ خدا تھے اور ہاتھ مین ذو الفقار، ایسی تلوار چلائی۔ کہ سردار مرحب کو سر سے پاؤن تک آرے کی طرح چیرتی پھاڑتی دو برابر ٹکڑون مین کاٹ گئی، بس یہ دیکھنا تھا۔ کہ مرحب کے لشکر کا دل ٹوٹ گیا، سب نے بھاگنے کی کی، اور دوڑ کر قلعہ مین داخل ہو دروازہ قلعہ بند کر لیا، اِدھر سے حضرت علیؓ نے دھاوا بول دیا، مسلمانون نے بڑے زور شور سے تعاقب کیا، اور دروازہ قلعہ توڑ کے اندر جا گھسے، علیؓ نے بڑے نمایان جوہر اِس جنگ مین دکھائے، اور بڑا نام پایا، دروازہ اُکھیڑ پھینکنے مین اونھون نے وہ زورِ بازو دِکھایا کہ تمام سپاہ دنگ ہوگئی، اور عش عش کرنے لگی، یہود نے اپنے فعل سے پشیمانی ظاہر کی اور معافی کی التجا کی، آنحضرت صلعم نے سب کو یک قلم معاف کر دیا، اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ جو مذہب تم کو بھلا معلوم ہوتا ہے اور جو دین تم کو تسلی قلب بخشتا ہے، اختیار کرو، اِسلام کِسی پر جبر نہین سکھاتا، اور نہ قرآن کسی پر سختی کی تعلیم دیتا ہے، مگر مین تم کو اِتنا ضرور بتانا چاہتا ہون۔ کہ مین پیغمبر خدا ہون اور پیغام حق لایا ہون، اِسے سُنو اور عاقبت کا نفع اُٹھاؤ، ذاتِ حق کو پہچانو اور یاد رکھو کہ اوس کا کوئی شریک نہین ہے، لا الہ الا اللہ،

مالک الملک لاشریک لہٗ | وحدہٗ لا آلہ الّا ہو
عاشقان جانُ دل نثار کنند | بر دی لا آلہ الّا ہو
صوفیان گرد بہشت می طلبند | ذکر شان لا آلہ الّا ہو
باغبان قدیم لم یزلی | صفتش لا آلہ الّا ہو
طوق لعنت فگند بر ابلیس | حیرتش لا آلہ الّا ہو
مومنان را نعیم شد روزیست | برکتش لا آلہ الّا ہو
خوش درختے است درمیان جنان | میوہ اش لا آلہ الّا ہو
شمس تبریز گر خدا طلبی | خوش بخوان لا آلہ الا ہو

زینب کا آنحضرؐ کو زہر دینا

خیبر کی لڑائی مین زینب نام ایک عورت کے چند ایک لواحق مارے گئے تھے۔ اوس کے دِل مین یہ غصہ بھرا تھا اور وہ دل ہی دل مین زہر اُگلتی رہتی تھی، ایک دن اوس نے موقع جو پایا، تو آپؐ کے کھانے مین زہر ملادیا، جب آپؐ نے کھانا کھانا شروع کیا، اور ابھی ایک آدھ لقمہ ہی کھایا ہوگا۔ کہ ذایقہ بہت بدمزہ معلوم ہوا، آپ نے ہاتھ کھانے سے اُٹھالیا، اور اصحاب کو بھی حکم دیدیا۔ کہ اسے کوئی نہ کھائے، جب تحقیقات کی گئی، تو معلوم ہوا کہ اس مین زینب نے زہر ملادیا تھا، زینب بلائی گئی اور اوس سے دریافت کیا اُس نے اقبال کرلیا، کہ مین نے زہر ضرور ملایا ہے، اور وجہ اس حرکت کی یہ بتائی، کہ مینے یہ سوچا تھا کہ اگر محمدؐ واقعی پیغمبر ہے، تو اِسے زہر کا پتہ لگ جائے گا، اور اگر میرا وار چل گیا تو میرے بھائی بندون کے خون کا بدلا نکل آئے گا، آنحضرت صلعم نے جب یہ

اظہار زینب کا سُنا تو اوس کی خطا و گذر کر دی اور قطعی معافی دیدی، اگرچہ اِس زہر کا اثر تمام عمر آپ کے جسم مین موجود رہا اور بار ہا شکایت تکلیف کی زبان پر لاتے، مگر زینب کو زبان سے اُف تک نہ کہتے،

اِن ہی دِنون مین آنحضرت صلعم نے ایک مراسلہ بادشاہ غسان کو لکھا، اور اسلام کی دعوت بھیجی، اوس نے اِسلام کا چرچا اور آپ کی رسالت کا تذکرہ پہلے بھی کچھ سُنا تھا، سفیر پہنچنے پر زیادہ ہی متاثر ہوا، اور اسلام قبول کر لیا، حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ مین ایسا واقعہ پیش آیا، کہ اِس بادشاہ نے اپنی شاہی کے نشہ مین اور طیش کی حالت مین ایک بیکس مسلمان کو ایک طمانچہ مار دیا، عمرؓ نے حکم دیا۔ کہ جب تو اِسے راضی نہ کرے گا، یہ گناہ تیری گردن پر رہے گا، اور تیرے ساتھ بھی ایسا سلوک کیا جاوے گا، جیسا کہ تو نے اِس عاجز کے ساتھ کیا ہے، تو بیشک بادشاہ ہی، مگر اِسلام کی نگاہ مین تو مرتکب جرم ہے، اور قابل سزا ہے، بادشاہ بڑا جھنجھلایا اور کہنے لگا کہ یہ اِسلام بھی کیا غضب ڈھاتا ہی، مین حاکم کیا ہوا۔ جو مجھے ایک طمانچہ مارنے کا اختیار بھی اپنی رعیت پر نہ ہوا، یہ عجیب نوع کی مسلمانی ہی، کہ چھوٹے بڑے مین کوئی اِمتیاز ہی نہ رکھا جائے، اور حاکم و محکوم مین تفریق ہی اُڑ جائے، عمرؓ نے کہا کہ اِسلام اخلاق اور انصاف پر مبنی ہی، یہان شاہ و گدا کا درجہ اِس لحاظ سے برابر ہے، بادشاہ بڑا گھبرایا، اور سوچنے لگا، کہ اب اگر مین مرتد ہو جاؤن، تب بھی خلاصی نہین اور جو مسلمان رہون تو یہ میری توہین ہے، اب میرا کسی طرح چھٹکارا نہین، مین نے چھوڑا اِن کا اِسلام اور ساتھ ہی اپنی سلطنت کا انتظام، بھاگ کے ملک شام کو چلا گیا، روایت ہے، کہ موت سے پہلے پھر

مسلمان ہو گیا،

عمرۃ القضا

اب عہدنامہ حدیبیہ لکھے سال ہو چکا تھا، مسلمان اِس لئے زیارت کے لیئے مکہ آئے، تین دن قیام کیا اور رسم رسوم بجالائے، مکہ زیارت کے لئے آنا مسلمانون کا ایک ایسا پیدائشی حق تھا جیسا کہ اور قومون اور قبیلون کا تھا، مگر مشرکان مکہ ایک غایت درجہ تندخو آدمی تھے اور ہر وقت حیل حجت پر تلے رہتے تھے، اور کوئی نہ کوئی بات سامنے رکھکر فتنہ و فساد پر آمادہ ہو جاتے تھے، آنحضرت صلعم نے اسے بڑا غنیمت سمجھا کہ بغیر لڑائی و خونریزی مسلمانون کو کعبہ کا منھ دیکھنا نصیب ہوا ہے، اِس اظہار شکر گذاری کی خاطر آپ نے مکہ والون سے التجا کی کہ وہ آپ کی ضیافت منظور کرین، آپ نے سوچا، کہ اِس سے ایک تو آیندہ راہ و رسم باہمی پسندیدہ ہو جائیگی، علاوہ اِس کے کئی طرح کے گلہ شکوے جو دلون مین ہون بھی جاتے رہینگے، مگر قریش کم ظرف، مہمان نوازی کا جواب انھون نے زبان درازی مین دیا، کہنے لگے کہ تین دن کی میعاد معہودہ گذر چکی ہی، آپ اب شہر سے باہر ہو جاؤ، آنحضرت صلعم ذرا ملال خاطر پہ نہ لائے، فوراً شہر سے نکل آئے، اور باہر آکر اپنے خیمہ ڈیرے لگائے، بعض اشخاص مکہ آپ کے یہ اوصاف حمیدہ اور صفاۃ ستودہ دیکھکر بڑے گرویدہ ہو گئے، اور چند ایک نے اِسلام بھی قبول کر لیا، خالد جو جنگ احد مین آپ کے خون کے پیاسے تھے مشرف باسلام ہو گئے، عمر بن العاص نے بھی بیعت کر لی، اِن ہر دو کا مسلمان ہو جانا ایک بڑی بھاری بات تھی، نہ صرف اسلئے کہ اِسلام قبول کرنے سے پیشتر یہ بڑے مشہور و معروف شخص تھے، بلکہ مسلمان ہونے کے بعد اُنھون نے پہلے سے بھی بڑھکر شرف و عزت حاصل کی اور شہرت بھی ایسی کہ وہ اپنی مثال نہین رکھتی،

آنحضرت صلعم نے حاکم بصرہ کی طرف ایلچی روانہ کیا اور اِس کام پر حارث کو مامور کیا، اُن کو راستہ مین اتفاق سے شجربن عمر عیسائی مِل گیا، یہ شخص قیصر کے دربار کے امیرون کبیرون سے تھا، ایک تو گھمنڈ اپنی امارت کا تھا، دوسرا ولی عناد مسلمانون سے، جونہی کہ مسلمانون کے ایلچی کو اوس نے اکیلا پایا، فوراً حکم اوس کے قتل کا دیدیا، اور اُسے مروادیا، حارث کے بے گناہ و بے تقصیر مارے جانے سے آپؐ کے دل پر بڑا صدمہ پہنچا، قطع نظر اسکے آپؐ اپنے ملک مین حاکم وقت تھے قتل ایلچی کوئی معمولی بات نہ تھی، جو سرسری طور پر نظر انداز کی جاسکتی تھی، اِس وقت خاموش رہنے سے آپؐ کے اپنے انتظام مین بڑا رخنہ پڑتا تھا، اور ملک مین سخت بدامنی پھیلتی تھی، آپنے بعد سوچ بچار کے یہ فیصلہ کیا، کہ دشمن کو سبق سکھایا جائے، اور اِس کا ایسا انسداد کما حقہ کیا جائے کہ آئندہ یہ کسی بے گناہ مسلم کی جان کا قصد نہ کرے، آپؐ نے حکم حملہ کا دیدیا، بس پھر تو کیا تھا تین ہزار مسلم جرار اِسلام کے نام پر مرنے مارنے کو طیار گھر سے نکل پڑے، لشکر مخالف بھی دوسری طرف سے بڑھا آرہا تھا، موتہ پہ آکے مقابلہ ہوگیا، دونون طرفون نے اپنی اپنی صفین جماوین، تلوارین نیام سے کھینچ لین اور کشت وخون شروع ہوگیا، لڑائی ایسی لگی، کہ خون کی ندیان بہہ نکلین، شجربل کا بھائی لڑتا لڑتا مارا گیا، مگر خود شجربل بھاگ گیا، سفیر کو مار دینا تو اس نے سہل سمجھا تھا، مگر اب جان بچانی اسے مشکل ہوگئی، دوڑکر ایک قلعہ مین جا پناہ لی اور ہرقل سے مدد مانگی، ہرقل شاہ قسطنطنیہ کا باجگزار تھا، اس نے بڑی بھاری فوج مدد کو روانہ کی، ایک لاکھ عیسائی ایک طرف سے اور قریباً تین ہزار مسلم دوسری جانب سے، ایک دوسرے کے مقابلہ مین آمنے سامنے آکے ڈٹ گئے، اتنا ٹڈی دل لشکر دیکھکر مسلمان حواس باختہ ہوگئے

کہنے لگے، یا اللہ ہم تو اب فتح سمجھ بیٹھے تھے، یہ کیا ہو گیا، ہمین اُلٹے لینے کے دینے پڑ گئے، یہ بلا ہم پر کہان سے آ نازل ہوئی، یا رسول اللہ، تو پہنچ ہماری مدد کو، ہم تو بُرے پھنسے، اب بچنے کے نہین، دشمن تو ہماری بوٹی بوٹی کاٹ کھائیگا اور ہم سے کوئی جیتا جی بچ کے نہ جائیگا، یا اللہ تو ہی آ اور ہمارا بگڑا کام بنا، یہ گھبراہٹ مسلمانون پر طاری ہی تھی، کہ ایک شیر دل جس کا نام عبداللہ بن رواحہ تھا بول اُٹھا، کہ اے مسلمانو تمھین کیا ہو گیا ہے کیا تم آج کوئی نئے لڑنے کو نکلے ہو، کہ غنیم کی سپاہ دیکھ تمھارے دل دہل رہے ہین، کیا تمھین یہ خبر نہین کہ دشمن کی طاقت اوس کے لشکر پر ہے، اگر ہماری ہمت ہمارا ایمان ہی، ہمین شوق شہادت یہان لایا ہی، ہمارا اللہ اور نبی اللہ ہمارے ساتھ ہی، ہمین خوشی اسلام کے نام پر کٹ کے مرجانے مین ہی، نہ کہ فتحیاب ہو کے گھر جانے مین، اے مسلمانو! اے بہادرو!! آؤ نکلو بڑھو مارو۔ مرد اور شہادت کا نام پاؤ، بس اوس کا یہ کہنا تھا۔ کہ لشکر کے چارون جانب سے اللہ اکبر اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہو گیا، مسلمانون کے بجھے ہوئے دل پھر روشن ہو گئے اور دھرم کی آگ اندر سلگ اُٹھی، ہر مسلم کے من سے اسلام کے پریم کا ایک ایسا شعلہ نکلا کہ اوس کا تن بدن اگن ہو گیا، علم بردار کا حکم دینا تھا کہ تین ہزار ایک لاکھ پر ٹوٹ پڑے اور دونین کاٹ کاٹ کے کھیت کر دیا۔

شکست و فتح نصیبون سے ہو ولے اے میر   مقابلہ تو دلِ ناتوان نے خوب کیا

لڑائی ترازو کے تول تل گئی، جانبین سے جانبازون نے بڑھ بڑھ کے جانین دین، مگر مسلمان تو ایسا دل توڑ کر لڑے، جیسے میدان سے بچ جانا ہی اون کے لئے گناہ تھا، وہ اون پھر اون گے

دائین بائین اُن کے ساتھی کتنے مرتے سسکتے دم دیتے رہے، اور یہ اپنی آنکھون دیکھا کیے
مگر کیا مجال کہ اِن کا پاؤن جگہ سے ہلے، یا دل ٹھکانے سے ہٹے، ایسے ڈٹ کے جمے جیسے اعتقاد
اسلام ان کے دل پہ جما ہوا تھا، عیسائی یہ حالت مسلم کی دیکھ ششدر و حیران رہ گئے، کہنے لگے
یہ لوگ انسان ہین یا کیا چیز ہین، یہ کس مٹی کی ساخت ہین، اِن کو ہوا کیا جا رہا ہے، یہ کیون
مرنے پہ عاشق ہین، اور کیون جان سے اس قدر لاپرواہ، ہم نے سمجھا تھا کہ آخر یہ
کہان تک لڑینگے، ایک کا علاج دو ہوتا ہے، یہ تین ہزار ہین اور ہم سو ہزار، ہم تو چور ہو گئے
اِس پر بھی یہ وار پہ وار کئے جا رہے ہین، مسلمانون کی استقامت کا عقدہ عیسائیون سے حل نہ ہو سکا
نہ ان کی اسلام پر جان نثاری کا مسئلہ اُن کے دماغ تک پہونچ سکا، وہ نئی روح جو
مسلمانون کے اندر پھونکی گئی تھی جو یہ صدقہ اور قربانی کرا رہی تھی، اس کے علم سے عیسائی بالکل
بے بہرہ تھے، اتنے مین شام کی آمد سے اندھیرا ہو گیا، اور لڑائی تھم گئی، رات کو مٹھی بھر مسلمانون
نے جو باقی رہ گئے تھے، یہ صلاح کی، کہ صبح ہوتے ہی پھر دھاوا بول دین اور اسی میدان مین
اپنے شہید ہمراہیون کے پہلو بہ پہلو شہادت حاصل کرین، عیسائی اُدھر باوجود اِس قدر بھاری
سپاہ کے کچھ ششش و پنج مین پڑے ہوئے تھے، کہ اب لڑین یا پیچھے مڑین، اون کو اب یہ تو خوب
ذہن نشین ہو گیا تھا کہ جب تک کوئی تمام کا مسلمان بھی باقی ہے، میدان نہین دے گا، اِس لئے
وہ کچھ دل شکستہ سے رات بھر رہے، اِدھر مسلمانون کے تین سپہ سالار مارے جا چکے تھے،
اب چوتھے حضرت خالدؓ تھے، اونھون نے علم لیتے ہی پہلا کام یہ کیا، کہ دوسری صبح نور
کے تڑکے اپنی تمام صفون کا رُخ اُلٹ دیا، لشکریون کو آگے پیچھے ہٹا، دائین بائین ہلا

ایک نئی شکل اور جدید صورت کا نقشہ بنا کے کھڑا کر دیا، تا کہ ایک تو دشمن کل کے تجربہ سے
فائدہ نہ اُٹھا سکے، دوئم لڑائی کا زور سب پر یکسان رہے، جو تھک کے چور ہو گئے ہین، اُنھین
ذرا دم لینے کی فرصت بھی ہو جائے، دشمن نے جو ہین یہ نیا انتظام دیکھا سمجھا کہ کوئی کمک
آگئی، دل تھوڑا تھوڑا اُن کا پہلے ہی سے ہوا جا رہا تھا، اب بالکل ہی ٹوٹ گیا، بھاگ
نکلے اور ایسے بھاگے کہ کہین قدم نہ ٹھہرے، میدان موتہ مسلم کے ہاتھ رہا، اور نصرت
اسلام کے نام لکھی گئی،

جنگ موتہ مین رسول کریم نے علم اپنا حضرت زیدؓ کے ہاتھ مین دیا تھا، جب وہ
لڑتے لڑتے دشمن کے لشکر مین جا گھسے اور وہین شہید ہو گئے تو پھر علم حضرت جعفر نے لے لیا
وہ بھی ایسے لڑے کہ کوئی کیا لڑے گا، پہلے تو اون کا گھوڑا زخمی ہو کے گر پڑا، پھر اون کا
دایان بازو کٹ گیا، بعدش بایان بھی اسی طرح کام آیا، آخر کو خود بھی شہید ہو گئے،
آنحضرت صلعم نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ کے آنسو نکل پڑے، آپ فرمانے لگے، کہ خیر ذات
باری نے اِن دو بازوُن کی جگہ جعفرؓ کو دو ایسے بازو جنت مین عطا کیئے ہین کہ وہ اُڑتے پھرتے
ہین، اِسی لیئے اون کو طیار کہتے ہین، اِن دونون سپہ سالارون کے گذر جانے کے بعد
رسول اللہ صلعم کا نشان حضرت عبداللہ بن رواحہ نے لیا، وہ بھی شہید ہو گئے، یہ ہر سہ
شہدا، آنحضرت صلعم نے خود تقرر کر کے بھیجے تھے کہ زید کی شہادت پر جعفر اور اُن کی شہادت پر
عبداللہ نشان لے لین، اِن تینون کے گذر جانے پر چونکہ سردار لشکر کوئی مقرر نہ تھا، سپاہ نے
خود خالد کو بالاتفاق انتخاب کر لیا تھا، اور علم اون کے ہاتھ مین دیدیا تھا، اون کی ترکیب

لقب طیارہ

سیف اللہ

وترتیب ایسی احسن ثابت ہوئی۔ کہ غنیم کے ایک لاکھ دل سے اپنی مٹھی بھر فوج کو صاف بچالائے، اسلئے آنحضرت صلعم نے اِس صلہ مین اون کو سیف اللہ کا خطاب عطا کیا، حضرت زید وہی بیچارے بیکس غلام حضرت خدیجہؓ کے تھے، جن کو آنحضرت صلعم نے قبل از بعثت آزاد کیا تھا، اور حضرت جعفرؓ حضرت علیؓ کے بھائی تھے، جو اوس گروہ کے سرگروہ تھے جس نے حبش مین ہجرت کی تھی،

عہدنامہ حدیبیہ مین جو شرائط رقم کی گئی تھین، منجملہ اون کے ایک یہ تھی، کہ قریش مسلمانون کے ہم عہدون سے نہ لڑین اور نہ اہل اسلام قریش کے طرفدارون سے کوئی فساد برپا کرین، اتفاق ایسا پیش آگیا کہ مکہ کے قرب وجوار مین دو قبیلے خزاعہ وبنی بکر رہا کرتے تھے، اِن کا باہمی نزاع شروع ہوگیا، اور نوبت بانیجا رسید۔ کہ آپس مین لڑائی شروع ہوگئی، خزاعہ آنحضرت صلعم سے اتحاد رکھتے تھے، اور بنی بکر قریش کے طرفدار تھے، اب چاہیے تو یہ تھا، کہ دونون فریق اِس متنازعہ مین نہ پڑتے، اور اپنے قول وقرار قایم رہتے، مگر قریش نے عہدنامہ کی تحریر پر جس کے وہ بڑے شائق اوس وقت تھے پانی پھیر دیا، اور قبیلہ بنی بکر کو لڑائی مین ہر طرح سے مدد امداد دینی شروع کردی، معمولی مدد پر ہی اکتفا نہ کیا، بلکہ اون کے ساتھ شامل ہوکر قبیلۂ خزاعہ کے خلاف میدان جنگ مین لڑائی بھی کی، اور عہدنامہ کی شرائط کو صریحًا توڑ دیا ؎

شرع وآئین پر مدار نہین ایسے کافر کا کیا کرے کوئی

جب یہ خلاف ورزی شرائط قریش کی جانب سے عمل مین آئی تو خزاعہ نے اپنا قاصد

نبی اللہ کے پاس قاصد بھیجا، اوس نے آکے کہا کہ ہم پر اب وقت آبنا ہی، اور آپ کا اور ہمارا اتحاد ہی، قریش نے اپنا اتحاد توڑ دیا ہے، اس لئے اب ہمارا مطالبہ آپ سے ہی، کہ آپ ہماری مدد کرین، یہ آڑا وقت ہی، اگر آپ اِس وقت ہمارے کام آئینگے تو ہم یہ نیکی آپ کی کبھی نہ بھلائینگے، قاصد نے ساتھ ہی ایک اور بھی حرکت قریش کی بتائی۔ کہ یہ لوگ لڑتے لڑتے حرم محترم کے اندر بھی جا گھسے ہین اور اِن ناپاکون نے مقدس معبد کو خون سے آلودہ کر دیا ہے بلکہ کئی شخص خانہ کعبہ کے اندر بھی مارے جا چکے ہین، حالانکہ یہ نیک رسم اور پاک رواج حضرت ابراہیم کے وقت سے برابر چلا آتا تھا، کہ اگر کوئی شخص جرم کرکے بھی یہان آ پناہ لے، تو وہ گرفتار نہین کیا جاتا تھا، اِس قدر منزلت و توقیر سے اِس جگہ کو دیکھا جاتا تھا، چہ جائیکہ یہ لوگ ایسی امن گاہ کو رزم گاہ بنالین اور وہان جا کے اِنسان کا خون بہائین۔ ع

کافر کی دیکھو شوخی گھر مین خدا کے مارا

نبی اللہ نے فرمایا۔ کہ یہ لوگ اب حد سے بڑھ گئے ہین، اور اون کے گناہ کی ناؤ اب بھر چکی ہے، اِس قدر بیباکی اور اتنی بے حیائی کہ کعبہ مین جا کے یہ ایک دوسرے پر تلوارین گھسیٹین، آپ نے فرمایا کہ یہ جگہ مرتد کے لیئے نہین ہی، یہ مسلم کا معبد ہے، قاصد سے کہا۔ کہ خلاف ورزی ضرور اونھون نے کی اور تم مستحق مدد کے ہو" اگر اب مین تمہاری مدد نہ کرون۔ تو اللہ تو میری مدد نہ کیجیو، یہ کہا اور مکہ پر چڑھائی کا حکم دیدیا،

لشکر کا مکہ پر دھاوا

نبی اللہ نے بہ نظر مصلحت یہ خبر مکہ والون سے خفیہ ہی رکھی، اور کوچ کا حکم دیدیا، لشکر بڑی دھوم دھام سے اور بڑی آن سے نشان پیغمبری اُٹھائے اور علم احمدی اُڑائے سرپٹ

چلا آتا تھا، جہان جہان سے رسول اللہ صلعم کی سواری گذرتی، مسلمان ہمرکاب ہوتے چلے
جاتے، اور ہون کیون نہ، یہ مکہ کی چڑھائی تھی، وہ مکہ جہان قریش مسلمانون کو غلامون سے بھی
بڑھ کر کمتر و احقر سمجھتے تھے اور ہر وقت اون کو طعن و تشنیع کرتے تھے، وہ مکہ جہان طواف و زیارت
کے لئے ہر قوم و قبیلہ کے لوگ تو بلا اجازت آئین جائین، مگر مسلم وہان قدم رکھنے کی اجازت
نہ دیتے تھے، وہ مکہ جو سینکڑون ہزارون مسلمانون کے باپ دادا کا مسکن رہا ہو، مگر بجرم قبولیت
اسلام مکروالے انھین مار مار کر باہر نکال دیتے تھے، وہ مکہ جہان قریش مسلمانون کو اس تقصیر مین
کہ وہ رسول خدا کو گالیان فحش دیکر قریش کو خوش کیون نہین کرتے، ننگا کرکے گرم ریت بچھا کر
اوپر بھاری پتھر رکھکر جان سے ہلاک کر دیتے تھے، یہ وہی مکہ ہو، جس کی آج چڑھائی تھی، پھر
بھلا کون ایسا مسلمان ہو جو اس مکہ پر دھاوا سنے اور شامل نہ ہو، جس کی آج چڑھائی تھی،
پھر بھلا کون ایسا مسلمان ہو جو اس مکہ پر دھاوا سنے اور شامل نہ ہو، جس کی رگون مین
کچھ بھی غیرت کا خون باقی تھا، اٹھ کھڑا ہوا، جسے ذرا بھی ننگ اسلام تھا۔ تیار ہو گیا، مکہ
پہنچنے تک بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) جوان سامان جنگ حرب سے ہر طرح آراستہ نبی اللہ کے
جھنڈے تلے تیار اور اسلام کے نام پر جان نثار ساتھ شامل ہو گیا، مکہ کے نزدیک پہنچے
سب نے خیمے لگا دیئے اور ڈیرے ڈالدیئے، مکہ کے ارد گرد گویا ایک نیا شہر آباد ہو گیا، جہان
آنکھ پڑتی روشنی ہی روشنی دکھائی دیتی، اور جدھر نگاہ پڑتی آگ ہی آگ نظر آتی، یا تو مکہ
والے بے خبر خواب خرگوش مین سوئے پڑے تھے، یا اب یکایک چونک اٹھے، پتہ انھین
تب ہی لگا جب سب مکہ گھر گیا، اور چھوٹا بڑا سب ناکہ بند ہو گیا، مکہ والے کسی کا یہ بلند اقبال

اور اوس کا یہ حسن انتظام دیکھ جہان کے جہان تھے وہین رہ گئے، ایک دوسرے کی طرف ششدر و حیران ہو دیکھتے تھے اور کہتے تھے، کہ یہ کیا ہونے لگا ہی، اُنھین خیال تو گذرتا ہوگا، کہ کبھی وہ بھی دن تھا، جب ہم اِس شخص کے دماغ کا خلل دور کرنے کے لیئے اور اِس کے سر سے جن نکلنے کے لیئے ماندری دکاہن بلانے کی تجویزین کیا کرتے تھے، یا آج یہ دن ہے کہ یہ ہماری سرکوبی کے لیے (۱۲،۰۰۰) سپاہ کیسا تھ دروازہ پہ ڈٹا ہی،

ابوسفیان کا مسلمان ہونا

لوگ تو جتنا بھی گھبرائین بجا تھا، کیونکہ یہ بات ہی گھبراہٹ والی تھی، مگر سردار ابوسفیان کے بھی ہاتھ پاؤن پھول گئے، بھلا اب کرے بھی تو کیا، اور جائے تو کہان جائے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن، اِدھر اُدھر بھاگتا پھرتا تھا، جیسے کوئی بھولا بھٹکا مسافر منزل سے دور تھکا وٹ سے چور مارا مارا پھرتا ہے، اور اُسے کوئی راہبر نہین ملتا. اِسی عالم مین سرگردان وہ ذرا شہر سے باہر نکلا. کہ مین ذرا اپنی آنکھون سے جا دیکھون تو سہی، کہ یہ کِس قدر جمعیت ہی، جو ہماری تباہی کو آموجود ہوئی ہی، آخر کوئی صورت بھی ایسی جس سے یہ بلا ٹل جائے، اور ہماری جان بچ جائے. ایسا اتفاق پیش آیا. کہ حضرت عباسؓ سے جو لشکر کے ساتھ تھے، ابوسفیان مُلاقی ہوگیا، اور بڑی منت وزاری سے اِستدعا کرنے لگا. کہ اگر آپ سے کچھ ہوسکتا ہی تو ہمارے لیئے اِس وقت کرو، ورنہ ہم لوگ برباد ہو جائینگے، اور مکہ کی اینٹ سے اینٹ بج جائیگی، عباسؓ نے کہا کہ تم اللہ پر بھروسہ رکھو اوس پر ایمان لاؤ، اور اِن بتون سے اپنی جان چھڑاؤ، چلو مین تمھین رسول اللہ صلعم کے حضور مین لے چلتا ہون، وہ تمھاری عقدہ کشائی کرینگے، اور تمھاری قوم کی مشکل

حلق کر جنیگے" میرے ساتھ آو، مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تیرے لئے امان چاہون گا،
یہ بات چیت ہو رہی تھی کہ حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا، دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے، اور شمشیر برہنہ
لئے ابوسفیان کا سر کاٹنے کو دوڑے، کہ یہ کافر یہان کدھر سے آگیا ہی، حضرت عباسؓ نے جو
یہ رنگ بگڑا اس طرح دیکھا، تو وہ رسول کریمؐ کی جناب مین بھاگے گئے، اور جاکے وہان عرض
معروض کی، اور ابوسفیان کی جان بخشی کرا کر آ عمرؓ کو اطلاع دی، ورنہ اونھون نے تو
ٹھان لی تھی، کہ شخص گردن زدنی ہے، ابوسفیان کی جب جان بچی اور امان ملی
تو وہ حضور مین حاضر ہوا اور آکے مشرف باسلام ہو گیا ؎

میرے جرم ہائے سیاہ کو تیرے عفو بندہ نواز مین
نہ کہیں جہان میں امان ملی جو ملی تو پھر وہ کہان ملی

نبی اللہ نے اپنے سردارون اور ابوسفیان سے بات چیت کے بعد یہ حکم دے دیا، کہ اس جنگ مین تین
کس کا قتل مسلمانون پر روانہ ہوگا، اول اوس کا جو خانۂ کعبہ مین داخل ہو جائے، دویم اوسکا
جو اپنا گھر چھوڑ کر مقابلہ کو سامنے نہ نکلے، سویم اوس کا جو ابوسفیان کے گھر جا پناہ لے، اس سے
ابوسفیان کی عزت و حرمت نہ صرف مسلمانون مین بڑھ گئی، بلکہ اوس کی جاہ و منزلت مکہ
والون مین بھی بدرجہا زیادہ ہو گئی، نبی اللہ نے یہ بھی حکم دیدیا، کہ جب لشکر کا کوچ ہو، تو
ابوسفیان کو ایک اونچی جگہ بٹھا دیا جائے تاکہ وہ کل نظارہ بچشم خود دیکھ سکے، اور مکہ والون پر
حقیقت حال عیان کر سکے، تاکہ خلق خدا کا ناحق خون بچ جائے، چنانچہ بہ تعمیل فرمان اوسے
بلند جگہ پہ چڑھا کر بٹھا دیا گیا، ابوسفیان لشکر کی عظمت دیکھکر عباس سے کہنے لگا کہ تمہارے
بھتیجے کو تو بڑی بادشاہی ملی ہی، اونھون نے کہا یہ بادشاہی نہین ہی یہ درجۂ پیغمبری ہی"

ابوسفیان کا د
جانا اور اون

ابوسفیان نے نبی اللہ سے درخواست کی، کہ مجھے واپس جانے کی اجازت دی جائے
تاکہ مین قبل اِس کے لشکر وارد مکہ ہو، مین وہان پہنچ جاؤن، اور مکہ والون کو راہِ راست پر
لانے کی کوشش کرون، ایسا نہ ہو، کہ کہین وہ احمق مقابلہ شروع کردین اور اپنی جانین
ناحق تلف کرالین، ابوسفیان اجازت حاصل کرکے مکہ چلا آیا، اور کعبہ مین کھڑا ہو کے بلند
آواز سے کہنے لگا کہ اے مکہ والو، ذرا میری بات غور سے سنو، وقت نازک ہی، توجہ سے
سُنو، مین ابھی مسلمانون کے لشکر سے آرہا ہون، اور تمہین ایک نصیحت کرنا چاہتا ہون
اُمید ہی، کہ تم پوری پوری توجہ سے اِسے سُنوگے، اے مکہ والو! ہٹ دھرمی اور بیجا
استقلال اور شے ہی، تم ضد نہ کرو، اور میری سُنو، تم مطلقاً اِس لشکر کا مقابلہ نہین کرسکتے
مین سب دیکھ بھال آیا ہون، اسلئے تمہاری تمام کوشش مقابلہ کےلیے بے سود ہے،
اور محض لاحاصل ہی، تمہارا سب کچھ رائگان جائیگا، اور تمہین ہاتھ بھی کچھ نہین آئیگا،
لشکر کی عظمت کا اندازہ اور فوج کے انتظام کی خوبی مجھ سے بڑھکر تو تم نہین دیکھ سکتے
مین سب کچھ اِن آنکھون مشاہدہ کر آیا ہون، اور سبھی کچھ دیکھ بھال آیا ہون، میری
سُنو تو لڑائی کا وہم وگمان بھی نہ کرو، سچ پوچھو تو اب نجات ایک ہی بات مین ہے جو
سلامتی اپنی اور حیاتی اپنے بال بچہ کی چاہتے ہو، تو خدائے واحد پر ایمان لاؤ، اور اِن
بتون سے اپنی جان چھڑاؤ، ہم پر یہ سب عذاب اور تمام عتاب اِن کا لایا ہوا ہے،
اِنھون نے کب کسی سے وفا کی، چھوڑو اِن کو، جو یہ ہم سے چھوٹ جائین، تو یقین جانو
کہ ہم دنیا کے دُکھون سے چھوٹ جائین، اے مکہ والو! اب یہ لشکر چڑھا آرہا ہے، یہ لشکر

خدا کا ہی، اِسے خدا کے گھر سے آج بُت نکال دیتے ہین، یہ خدا کا گھر ہے، نہ کہ بتون کا، ہم سب بندے خدا کے ہین، اور محمدؐ رسول خدا کا ہی، اے میرے بھائی بندو گوش ہوش سے میری ندا سُنو، خدائی لشکر پہنچا کہ پہنچا، بس گھڑی ہو کہ پل، جس کسی کو پناہ لینی ہے، یا خانۂ کعبہ مین ٹھہرے، یا اپنے ہی گھر کے اندر رہے، یا میری زیر پناہ آجائے، ورنہ مارے جاؤگے اور پچھتاؤگے، اے مکہ والو مجھے اللہ نے اپنا نور عطا کیا ہے، اور محمد صلعم نے مجھے مسلمان کر لیا ہے.........

ان کی بیوی کا ... بیس کرنا

یہ ابھی وہ کہہ ہی رہا تھا، کہ اوس کی بیوی ہندہ، وہی بد باطن ہندہ جس نے حمزہؓ کا کلیجہ نکالکر چبایا تھا سامنے نکل آئی، خاوند سے کہنے لگی، اے بے غیرت تو تو اپنے باپ دادا کا مذہب ملت ترک کر بیٹھا ہی، اب ہمین بے دین کس لئے کرتا ہی، اُدھر ہمارے اور ہمارے بتون کے سر آبنی ہی، اِدھر تو نے ایک نئی آفت لا ڈھائی ہی، اے قوم فروش یہ اِتفاق کا وقت تھا، کہ باہمی ملکر اتحاد سے غنیم کا مقابلہ کرتے، اے بے ایمان اور ادھوم اِنسان، تو تو مخبر ہی محمدؐ کا، تو تو جاسوس ہی دشمن کا، اے مکہ والو! کہان ہی تمہاری قوم کی غیرت اور کدھر ہی تمہارے دھرم کی لاج، آؤ بڑھو، پکڑو، مارو، اِسے جانے نہ دو، اِسے سنگسار کرو،

فتح مکہ

ایسا طوفان بدتمیزی مچا کہ لوگ اوس کی بوٹی بوٹی کاٹ کھانے کو تھے، کہ یکایک اُدھر شور اُٹھا، کہ محمدیؐ لشکر دروازہ پر آگیا، سب کو اپنی اپنی پڑ گئی، جدھر جس کا مُنھ اُٹھا پناہ کے لیئے دوڑا، گھڑی پل مین تمام منتشر ہوگئے، اور اپنے اپنے ٹھکانے

پناہ جاگزین ہوئے، لشکر کی حالت یہ تھی، کہ علم فوج کا شیر بر خالدؓ کے ہاتھ مین تھا، نبی اللہؐ خود قصوا اونٹنی پر سوار تھے، اور سیاہ لباس زیب تن کئے تھے، دائین بائین آپ کے بارہ ہزار مہاجر و انصار تلوارین الف کئے، نیزے ہلاتے، نشان اڑاتے اسلام کے نام پہ جان نثار اور آنحضرت صلعم کی اُلفت مین سرشار برابر بڑھے چلے آتے تھے، اور تکبیر (اللہ اکبر) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ) کے نعرے چارون طرف سے بلند کئے جاتے تھے، اب لشکر عین دروازون پر پہنچ گیا، اور بلا روک ٹوک سیدھا شہر مین داخل ہو گیا، البتہ اوس نامی جاہل ابوجہل کا بیٹا عکرمہ جہالت کئے بغیر نہ رہ سکا، ایسے اجہل سے بھلا اس کے سوائے اور توقع بھی کیا ہو سکتی تھی، اوس نے کیا کیا، کہ کچھ اوباش و بدمعاش شہر کے اور کچھ لچے لنگاڑے اِردگرد کے اکٹھے کر لئے، اور ایک گروہ بنا کے، ایک گھات مین آ بیٹھا، جب خالدؓ وہان سے گذرے، تو اوس نے تیر چلانے شروع کر دیئے، معمولی سی مُٹ بھیڑ ہوئی، تین مسلمان اور تیس مشرک مارے گئے، ابوجہل کا بیٹا اپنی جہالت کا نمونہ دکھا کے بھاگ گیا، اور یہی اوس سے اُمید تھی، علاوہ برین کچھ عورتین بھی ایک جگہ جمع ہو گئین، اونھون نے اپنے سر کے بال کھولدیئے، اور کپڑا سر سے اُتار کر گھوڑون کے منہ پر مارنا شروع کر دیا غالبًا اس خیال سے کہ گھوڑے بھڑکین، مگر یہ سب گدڑ بھبکیان ہی تھین، لشکر خدائی شہر مین داخل ہو چکا تھا، اور رسول خدا صلعم خانہ کعبہ بھی پہنچ چکے تھے، اب باقی رکھا ہی کیا تھا، نبی اللہ نے سات دفعہ خانہ کعبہ کا طواف کیا، اور پھر حرم محترم مین داخل ہوئے، (۳۶۰) بُت اور تصاویر وہان اندر موجود تھین، آپ نے اپنے دست مبارک سے ہر ایک

بت کو چور چور کیا، اور تصویرون کو دیوارون پر نقش تھین ڈھلوایا، سب سے
بڑا بت ہبل تھا، جس کے روبرو ہر مصیبت مین مصیبت زدہ جا سرنگون ہوتے
تھے، اور جس کے حضور مین جا کے من کی مرادین مانگتے تھے، یہ بت بہت اونچائی پر رکھا تھا
نبی اللہ نے حضرت علیؓ کو اوپر چڑھایا، اور اون سے اوس مورتی کا چکنا چور
کرایا، جب آپ کسی بت کے قریب اُسے توڑنے کے لئے جاتے تھے، تو ہر دفعہ یہ
کلمہ کہتے تھے "حق آیا اور جھوٹ گیا" حق آیا اور جھوٹ گیا، جب یہ سب غلاظت
دھوئی گئی، اور خدا کے گھر سے بتون کی صفائی ہوگئی تو آپ نے پھر شہر کی طرف
رخ کیا، آدمی شہر مین شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جس نے آنحضرت صلعم کے ساتھ
کبھی نہ کبھی گستاخی نہ کی ہو، یا طعنہ نہ مارا ہو، یا آپ کو ذلیل و رسوا نہ کیا ہو یا آپ پر
اینٹ پتھر نہ چلایا ہو، یا اور کسی نہ کسی طریقہ سے اپنا منھ نہ کالا کرایا ہو، مگر آج
حساب کتاب کا دن تھا، ہر بشر خائف تھا، کہ میری خیر نہین، جو جو جس نے کیا تھا
وہ اوس کی آنکھون کے سامنے پھر رہا تھا، از ماست کہ بر ماست، کردنی خویش
آمدنی پیش، جہان دیکھو سہمگین آنکھ ہی نگاہ پڑتی تھی، ہر منھ پہ مردنی چھائی تھی،
اور ہر بشر کے سامنے اوس کی موت مجسم کھڑی تھی،

ترحم اے رسولؐ سرور پاک　　بجان افتادہ ام بردا ابنہاک
سیہ رو زمرم سیہ کام وسیاہ دل　　ز آب لطف خود بر شوے این دل
کسے جز تو نباشد دستگیرم　　مرا مگذار تا غمی نمیرم

آنحضرت صلعم شہر کے اندر پہنچ کر لوگون سے مخاطب ہو کے کہنے لگے، کہ اے قریش! آج انتقام کادن نہین ہی، آج روز رحمت ہی، جو جو حرکت تم سے کسی نے میرے ساتھ یا میری اُمت کے کسی آدمی کے ساتھ شرافت سے دور یا اخلاق سے بعید کی ہوئی ہی، ہم نے اُسے بھلادیا، تم بھی اب اُسے خاطر بہ نہ لاؤ، اے قریش! جاؤ مین نے تم کو آزاد کر دیا، آیندہ ہر بدی سے پرہیز کرو، اور خدا سے مدد مانگو، اور اعلان عام کر دیا، کہ کوئی مسلم کسی مشرک سے کوئی چھیڑ چھاڑ کسی قسم کی نہ کرے، یا تو مکہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا، یا اب گھر گھر شادیانے بجنے لگے، یکایک سب کے چہرون پر گئی گذری رونق پھر آنمودار ہوئی، اور خوشی و شادی نے اُنھین پھر اپنی شکل دکھائی، یہ دریادلی اور فراخ حوصلگی پیغمبر کی دیکھکر لوگ فریفتہ ہوتے جاتے تھے، اور بار بار یہی زبان پر لاتے تھے، کہ ہم لوگ تو اتنی دیر بھولے ہی رہے، ہمین کیا علم تھا کہ محمد مجسم مرحمت ہے،

عکرمہ بن ابوجہل تو بھاگ گیا تھا، اوس کی بیوی یہین تھی، سرکار مین حاضر ہوئی اور خاوند کی جان بخشی کی درخواست کی، یہ عکرمہ فتح مکہ والے روز بھی شرارت کیئے بغیر نہین رہ سکا تھا، تین مسلم اور تیس اپنی طرف کے قتل کرا کے روپوش ہو گیا تھا، علاوہ برین دونون باپ بیٹا عمر بھر ان ہی ریشہ دوانیون مین ہمہ تن مصروف رہے، کہ رسول اللہ صلعم کا سر کس طرح کاٹا جائے، اور سو اونٹ اور ہزار سکہ چاندی انعام آپ کے سر قلم کرنے کے لیئے رکھنا بھی اسی ابوجہل خاندان کے

پیغمبری رحم

ابوجہل کے

جاہلون کا کام تھا، مگر آنحضرت صلعم نے سب کچھ یک قلم بھلا دیا اور معاف کر دیا، جب عکرمہ کی بیوی اور مان برقع پوش عکرمہ کو ساتھ لے کے جناب مین حاضر ہوئین، تو آپ ایسی انبساط وارتباط سے پیش آئے، کہ جیسے کوئی بچھڑا دوست ملتا ہی، عکرمہ نے آخر بیعت بھی کر لی اور مسلمان ہو گیا ساتھ ہی مان اور بیوی بھی مسلمان ہو گئین،

ایک بدکردار بنام ہبّار تھا، اِس نے نبی اللہ کی دختر نیک اختر حضرت زینبؓ کو جب وہ حاملہ تھین اور مدینہ جا رہی تھین بڑی بے رحمی سے پتھر مارے تھے، اونٹ سے گرا دیا تھا، اون کو بڑی چوٹ آئی، اور سخت تکلیف پہنچی تھی، اِسی صدمہ سے اونکا حمل ساقط ہو گیا، یہ ہبّار ناہنجار بھی دربار مین حاضر ہوا، اور دست بستہ معافی چاہی، نبی اللہ نے معاف کر دیا،

ایسا ہی ایک شخص کعب بن زہیر ایک عجیب فتنہ پرداز تھا، خدا کی شان بڑا قابل شاعر تھا اور خوب ذہن رسا رکھتا تھا، مگر اوس کی تمام ذہانت آنحضرت صلعم کی ہجو لکھنے مین خرچ ہوا کرتی تھی، صد لعنت دپھٹکار برین ذہن رسا را، اِس شخص کے زور قلم مسلمانون کو اتنا نقصان پہنچا، جتنا ہزار کفار کے زور بازو سے نہ پہنچا ہوگا، اب یہ ایک قصیدہ لکھکر لایا، مدعا معافی تھا، آپ نے معاف کر دیا،

ایک شخص حبشی بلا کا وحشی تھا، یہ وہی سیاہ شکل و سیاہ دل تھا، جس نے حضرت حمزہؓ کو قتل کیا تھا، جو آنحضرت صلعم کے چچا تھے، اوس نے بھی سرکار مین حاضر ہو کے اپنی حرکت سے پشیمانی ظاہر کی، آپ نے اُسے معاف کر دیا، حبشی کہا کرتا تھا کہ "کفر مین جس طرح خیر الناس

حمزہ میرے ہاتھ سے مارے گئے تھے، اِسی طرح اسلام مین شر الناس مسیلمہ کذاب میرے ہاتھ سے فی النار ہوا ہی، یہ کذاب وہی شخص ہی، جس نے دعویٰ پیغمبری کا کیا تھا

سردار ابو سفیٰ کی بیوی ہنؔ

اب آئی وہ کینہ سے بھری، اور ڈاہ اور کپٹ والی ہندہ، جنگ احد بھی اپنے خاوند کو طعن و تشنیع کرکے اِسی نے کرائی، اِس پر قناعت نہ کرکے خود لڑائی مین گئی، اور نبی اللہ کے چچا حضرت حمزہؓ کی لاش پہ چڑھکر اوپر بیٹھ گئی، اون کا ناک کان اِس بدنے خود کتر ڈالا اور ڈائن نے اونکا کلیجہ نکال کر اپنے منہ سے چبایا، پھر اِس عورت نے فتح مکہ والے روز اپنے خاوند کی داڑھی پکڑکے اُسے خوب مارا پیٹا اور گھسیٹا، اور یہ صرف اِس تقصیر مین کہ اوس نے اسلام کیون قبول کیا، بایں ہمہ آنحضرت صلعم نے اُسے بھی معاف کردیا،

معافی عام

سبحان اللہ کیا ٹھکانا دریا رحمت کی طغیانی کا تھا، ہر غلاظت وعفونت گناہ کی آگے بہالے گیا، رسول اللہ صلعم نے اپنے قتل کے قصد کرنے والون کو، اپنی نور چشم کے قاتلون، اپنے چچا کے کلیجہ کھانے والون کو معافی دیدی، اور قطعی معافی، قتل عام تو ہم نے بہت سُنے ہین، مگر قاتلون کو معافی عام کہین نہ سُنی، جو عقل سے پوچھو تو وہ تو اب بھی نہ مانے کہ ایک بندہ بندگان خدا پر اتنا رحم و فضل کرسکتا ہی، مگر اِس بیچاری بھولی بھٹکی عقل کو اوس ایک کی کیا خبر ہے، وہ ایک رسول خدا ہی، وہ ایک رحمت کا دریا ہی، نہ اُسے کینہ سے کام ہی نہ انتقام سے غرض، وہ رحم کا چشمہ اور محبت کا منبع ہی، وہ ذات کبریا ہے، وہ حبیب خدا ہی،

یا رسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی	برگزیدہ ذوالجلال پاک بے ہمتا توئی
نازنین حضرت حق صدر بدر کائنات	نور چشم انبیا چشم چراغ ما توئی

یارسول اللہ تو وانت اثنانت عاجزند عاجزان را رہنما و جملہ را ما و ا لو ی

اِن ہی ایام مین ایک اچھے گھرانے کی بڑی متمول عورت بجرم چوری گرفتار ہو گئی
جرم ثابت ہوگیا، اور مطابق قانون وقت اوس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیدیا گیا، عورت بڑے
رسوخ والی تھی، بڑے بڑے لوگ سفارشی آئے، اور آکے عرض کی، کہ اِس کا پیشہ چوری
نہین ہی، نہ اِسے کیسی چیز کی پرواہ ہی پڑی ہے، مگر یہ فعل شامت اعمال کر بیٹھی ہے، آپ
اِسے معافی دین، اِس پر رحم کرین، آپ نے فرمایا کہ "امیر و غریب کے ساتھ اللہ کی حدود
مساوی ہین، پہلی اُمتون مین اِسیسے تو خرابی واقع ہوئی ہی، کہ لوگون نے غریبون کے
لیئے ہی تمام قاعدے نافذ کیئے، اور اونچے لوگون کے لیئے کوئی قید نہ رکھی، قسم اوس خدا
کی، جس کے ید قدرت مین محمدؐ کی جان ہی، کہ اگر محمدؐ کی لڑکی فاطمہ بھی چوری کرے، تو اوسکا
ہاتھ بھی اِسی طرح کاٹا جاویگا، جس طرح اِس چور کا" مجھ سے یہ توقع ہرگز نہ رکھنی چاہیئے کہ مین امیرون
کے لیئے ایک علٰحدہ قانون بناؤن گا، اور غریبون کے لیئے علٰحدہ، مجھے ہر دو آنکھین برابر
ہین، سفارشی اپنا سا منھ لیکر چلے گئے،

تبلیغ حق کا آپ کو ہر وقت اور ہر ساعت خیال رہتا تھا، آپ نے ایک دن ایسا
کیا کہ کوہِ صفا پر تشریف لے گئے، وہان جاکے مکہ والون کو اور قرب و جوار کے قبیلون کو بھی
بُلایا اور بڑی راہ و رغبت سے بٹھایا اور پیغام حق اونھین سنایا، آپ نے اُن سے فرمایا
کہ اے لوگو، اگر تم خدا پر ایمان لاؤگے تو نفع پاؤگے، ورنہ عاقبت کو پچھتاؤگے، تم کو
واضح ہو کہ اِس خاطر کہ تم مسلمان ہوجاؤ، تم پر کوئی کسی طرح کا جبر و تشدد نہین کیا جائیگا،

نہ کسی قسم کی سختی روا رکھی جائیگی، مگر جتانا اور راہ مستقیم بتانا میرا فرض عین ہی، کیونکہ مین پیغمبر خدا ہون اور خدا نے تمہارے لیئے یہ پیغام لایا ہون مجھے اپنا فرض ادا کرنا ہی، اور تمہین اسلام کا راستہ بتانا ہی، اب اِس پر چلو یا نہ چلو یہ تمہارا کام ہے، اے لوگو جواب دہی تمہاری ہوگی باز پرس تم سے ہوگی، یہ سوچ لو اور پھر غور کرلو کہ تم مٹی کے بت پوجو گے یا خلقت کے خالق کی پرستش کروگے، اے لوگو اپنا فائدہ نقصان خود دیکھ لو، اگر تم نے اب نہ دیکھا، تو پھر کب دیکھوگے،

وہ فخرِ عرب زیبِ محراب و منبر ۔۔۔ تمام اہلِ مکہ کو ہمراہ لیکر

گیا ایک دن حسبِ فرمانِ داور ۔۔۔ سوئے دشت اور چڑھکے کوہِ صفا پر

یہ فرمایا سب سے کہ اے آلِ غالب

سمجھتے ہو تم مجھکو صادق کہ کاذب

کہا تیری ہر بات کا یان یقین ہی ۔۔۔ کہ بچپن سے صادق ہی تو اور امین ہی

کہا گر مری بات یہ دلنشین ہے ۔۔۔ تو سُن لو خلاف اِس مین اصلا نہین ہی

کہ سب قافلہ یان سے ہی جانے والا

ڈرو اوس سے جو وقت ہی آنے والا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ۔۔۔ عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی

نئی اِک لگن سب کے دل مین لگادی ۔۔۔ اِک آواز مین سوتی بستی جگادی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے

کہ گونج اُٹھے دشت وجبل نام حق سے

کہ ہو ذاتِ واحد عبادت کے لائق | زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کا ہی فرمان اطاعت کے لائق | اِسی کی ہی سرکار خدمت کے لائق

لگاؤ تو لَو اِس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اِس کے آگے جھکاؤ

نصارٰی نے جس طرح کھایا ہی دھوکا | کہ سمجھے وہ عیسٰیؑ کو بیٹا خدا کا
مجھے تم سمجھنا نہ زنہار ایسا | میری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا

سب اِنسان ہین جس طرح وان سرفگندہ
اُسی طرح ہون مین بھی اِک اوسکا بندہ

بنانا نہ تُربت کو میری صنم تم | نہ کرنا میری قبر پر سر کو خم تم
نہین بندہ ہونے مین کچھ مجھ سے کم تم | کہ بیچارگی مین برابر ہین ہم تم

مجھے دی ہے بس حق نے اِتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہون اوسکا اور ایلچی بھی

ن سے جنگ

مسلمانون کا اقتدار بڑھتا دیکھکر قبیلہ ہوازن اور ثقیف کے سردارون کو یہ شبہہ بیٹھتا گیا کہ مسلم نے مکہ تو لے لیا ہی، اب باری ہماری ہے، ہماری اب خیر نہین، یہ جنون اون کے دماغ مین ایسا گھر کر گیا، کہ ہر وقت اِسی خبط مین لگے رہتے تھے، اِس بنا پر ڈریدا اونھون نے تیاریان جنگ کی بھی شروع کر دین، اور ایک بھاری لشکر مکہ پر دھاوا کرنے کے لیئے

کھڑا کر لیا، ادھر نبی اللہ کو جب یہ خبر لگی تو مکہ بچانے کے لیئے اونھون نے بھی اپنا انتظام شروع کر دیا،
آپ نے یہ حکم دیا کہ قبل اس کے کہ غنیم مکہ شہر کے اوپر چڑھ آئے، اُسے راستہ مین روکا جائے،
چنانچہ بارہ ہزار جوان ملے جلے پہلو بہ پہلو لڑنے کو غنیم کے مقابلہ کو نکل آئے، اور مکہ سے دس میل کے
فاصلہ پر مقابلہ دشمن سے ہو گیا، ہر دو فریق بڑے زور شور سے لڑے، مگر فتح مکہ والون کی رہی،
دشمن کو دندان شکن شکست ہوئی، قلعہ سر ہو گیا، علاوہ لوٹ زر و مال کے بہت سے قیدی
مسلمانون کے ہاتھ آئے، جو رسم و رواج ملک و آئین جنگ کے مطابق غلام بنائے گئے، اور
سپاہ مین تقسیم کیئے گئے، میدان جنگ مین جو رسول اللہ صلعم کا گذر ایک لاشہ کی طرف سے ہوا تو
آپ ٹھہر گئے اور دریافت کیا، کہ یہ کس کا کام ہے، کسی نے پاس سے کہا، کہ حضرت خالد نے
اسے قتل کیا ہے، آپ نے اُسی وقت خالد کو آدمی بھیجا اور کہلوا بھیجا، کہ عورت، بچے اور مزدور کا
قتل سپاہی کے لیئے باعث فخر نہین ہے، جو خود ہتھیار نہ اُٹھائے، اوس پر ہتھیار اُٹھانا روا نہین ہے
ایک اور واقعہ بھی اسی جنگ مین پیش آیا، وہ یہ تھا کہ نبی اللہ نے مال متاع لوٹ کا سب قریش
اور دیگر قبائل کو تقسیم کر دیا تھا، اور انصار کو اس دفعہ اِس سے کچھ حصہ نہ پہنچا، اِس پر اون کو
بڑا رنج پیدا ہوا، آنحضرت صلعم کو جب یہ خبر لگی تو آپ نے اون کو بلایا اور مخاطب ہو کے یون
کہا، کہ اے انصار، تم لوگ گمراہ تھے، تم کو راہ راست پر لایا گیا، تمھین ہر وقت ایک دوسرے کی
مخالفت سے کام تھا، تمھارا اتفاق کرایا گیا، اور تمھین ایک دوسرے کا یار غمخوار بنایا، تم ذلیل و
رسوا رہتے تھے، تم کو معزز و سردار بنایا، اے انصار اب مجھے یہ بات سنکر بڑا رنج پیدا ہوا ہے کہ مین تو تمھارے
لیئے یہ سب کچھ کر دون، مگر تم مجھ سے کشیدہ خاطر اس لیئے ہو جاؤ، کہ مین نے دو اونٹ فلان کو کیون

دے دیئے ہین، اور تم کو نہین دیئے،، یا چار بھیڑ کیون فلان کے حوالہ کر دی ہین، اور تمھارے لئے نہین رکھی، اے انصار! تم اِس بات پر خوش نہین ہوتے کہ لوگ اونٹ اور بکریان ساتھ لیکر گھر جائین، اور تم رسولؐ اللہ کو ساتھ لیکے گھر جاؤ،، ؏

کسی کی آنکھ مین جادو تری زبان مین ہ

یہ سننا تھا کہ انصار اپنے فعل سے شرمسار ہوگئے، اور رو پڑے، کہنے لگے، یارسول اللہ صلعم ہم نے حماقت کی کہ آپ کی تقسیم پر بحث کی، یہ بالکل بجا ہو، اور ہمارا تمام شک شکوک ناروا ہی،

قیدیان جنگ ہذا کی غلامی آپ کی طبیعت پر بڑا قلق پیدا کرتی تھی، مگر کوئی مناسب موقع ہاتھ نہ آگتا تھا، ایک دن حسن اتفاق سے ہوازن کے سفیر آگئے اور اونھون نے آکے منت سماجت کی، کہ آپ سب پر رحم کرتے آئے ہین، مگر ایک ہم ہین، کہ اِس فیض سے ابتک محروم ہین، ہم پر کرم کرو اور ہمارے قیدی آزاد کرو، رسول اللہ صلعم تو دِل سے ایسے فعل مناسب کے منتظر تھے، آپ نے فرمایا، کہ تم لوگ ایسا کرو کہ نماز کے وقت مسجد مین آجاؤ، جب ہم لوگ نماز سے فارغ ہو جائین، تم مسلمانون سے کہنا، کہ اے مسلمانو ... ل خدا کے پاس ہمارے اسیرانِ جنگ کی رہائی کی سفارش کرو، اور مجھ سے کہنا، کہ رسول اللہ آپ مسلمانون سے ہمارے قیدی آزاد کرنے کے لئے خواہش ظاہر کرو، وہ یہ سنکر چلے گئے، اور حسب مطابق ہدایت اونھون نے بعد فراغت نماز جا کے عرض معروض کی، رسول اللہ صلعم نے سنتے ہی سفیران ہوازن سے کہا، کہ مین اپنے اور اپنے خاندان کے غلام بلا بدل نام مولا آزاد کرتا ہون، جو ہین کہ نبی کی زبان مبارک سے یہ نکلا، فوراً ہی جملہ جماعت کے لوگ

کہنے لگ گئے، کہ ہم نے بھی اپنے اپنے غلامان بلا معاوضہ وتاوان تمام تر رہا کر دیئے، یہ تو اُمید ہی تھی، مسلم کو محمدؐ کا اشارہ ہی کافی تھا، چہ جائیکہ وہ نمونہ نبی کی نیکی کا اپنے سامنے دیکھے اور پھر تقلید اوس کی نہ کرے، اِک آن کی آن مین چھ ہزار آدمی یا تو غلام تھا یا آئین احمدی کے اِک کرشمہ سے پایۂ انسان ہو گیا اور اِس مروت مسلم سے متاثر ہو کر ہر بندہ بشر اُن غلامون کا مسلمان ہو گیا، اِس واقعہ کے بعد جلدی ہی رسول اللہ صلعم واپس مدینہ آ گئے، مدینہ کے لوگون نے حملۂ مکہ کے وقت یہ عرض بھی کی تھی کہ ہم عاجزون کو بھول نہ جائیگا،

حاتم طائی کا قید ہونا اور

قبیلۂ طے کے لوگون نے اب سر اُٹھایا، یہ لوگ غیر مسلم تھے، ہر چند مسلمانون نے اِن کے ساتھ سلوک ورسوخ رکھنے کی کوشش کی، مگر کچھ اثر نہ ہوا، اور شرارت بڑھتی ہی گئی، بلکہ طے والون نے اور قومون کو بھی مسلمانون کے خلاف بھڑکانے کا رویہ اختیار کر لیا جس کسی سے ملتے جلتے، اہل اسلام کو اور بالخصوص آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات کے متعلق بہت بُرا بھلا کہتے، درپردہ ساز باز جنگ بھی اب کرنے لگ گئے، اور خفیہ طیاریان اب شروع کر دین، مسلمانون کو پتہ لگ گیا، اِن کا انتظام اب نہایت پسندیدہ تھا، اِرد گرد کے قومون قبیلون کی خبر اخبار اُن کو بڑے وقت پر مل جاتی تھی، پتہ لگنے پر آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو اِن مفسدہ پردازون کی گوشمالی کے لیئے فوراً روانہ کر دیا، سردار طے جو شہرہ عرب سخی حاتم کا بیٹا تھا، مقابلہ کی تاب نہ لا سکا، اور بھاگ گیا، سپاہ ورعیت قید ہو گئی، اور اسیران کی جماعت سرکار مین حاضر کی گئی، اِس بدقسمت گروہ مین بیچاری مصیبت کی ماری دختر حاتم طائی بھی تھی، آپ بھلا ایسے باپ کی بیٹی پر کب کوئی سزا روا رکھتے تھے،

دیکھتے ہی فوراً رہائی کا حکم دیدیا، مگر آفرین ہی اوس کی تربیت پر اور صد آفرین اوس کی شرافت پر حکم رہائی کا سُن کر کہنے لگی مجھے اِس رہائی مین کیا خوشی ہو سکتی ہی جب میرے خویش اقارب قید ہون، مین اپنی آنکھون اِن کو بندی مین دیکھا کرون، اور آپ خوشی و شادی مناؤن، یہ مجھ سے مشکل ہی، آگے بھائی بھاگ گیا ہے، اب مین بھی اون سے منھ موڑ جاؤن، یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا، جو بھی قصور ہی، ہم سب کا ہی مین بصد رضا و رغبت اوس جرم کی سزا اپنے بھائی بندون کے ساتھ بھگتون گی، اِن سے علٰحدگی مجھے بڑی سزا ہے، قید رہونگی تو اِن کے ساتھ تو رہونگی یہ میرے ہین اور مین اِن کی ہون مین گھر سے اِن کے ساتھ اِن ہی کی ہو کے چلی ہون، اور اِن ہی کی رہون گی،

ہمہ یاران دوزخ ہمہ یاران بہشت

اے محمدؐ اے حاکم وقت مجھے رہائی کی مہربانی سے معافی دے، اور مجھے اِن اسیرون کے ساتھ رہنے دے، نبی اللہ نے جب یہ گفتگو اوس لڑکی سے سُنی، تو آپ کا دِل بھر آیا، حکم دیا کہ سب کے بند کھول دو، اور سب کو آزاد کردو،

نبی اللہ نے اسلام کا پرچار برابر لگاتار جاری رکھا، قبیلہ قبیلہ مین ایک مسلمان عالم اسلام سمجھانے اور راہِ حق بتانے کے لیئے تعینات کردیا، نتیجہ اِس کا نہایت خاطر خواہ ہوا، ۱۰ ہجری تک قریباً قریباً کل عربستان مسلمان ہوگیا، اسلام نے زیادہ تر روک مکہ ہی مین دیکھی یا کچھ رکاوٹ پھر عرب مین بھی، یہان گھر کا پیر ہلکا والی بات بھی عائد تھی اور ساتھ ہی یہ وقت بھی حائل تھی کہ بتکدہ مکہ مین تھا، وہین سے بتون کو نکالنا تھا اور اپنا پاؤن جمانا تھا

اس لئے بتون کے خلاف معرکہ آرائی مکہ ہی مین ہوسکتی تھی، جب یہ میدان صاف ہوگیا، اور
بتون کا قابو لوگون کے دلون سے ہٹ گیا، تو پھر اسلام جہان جہان بڑھتا گیا، اپنا جھنڈا
گاڑتا ہی گیا، آئے دن کسی نہ کسی حاکم یا سردار، امیر یا تاجدار کے مشرف با سلام ہونے کی خبر
پہنچ ہی جاتی تھی، نبی اللہ کی رحلت سے پہلے عرب کے تمام اردگرد کے ممالک مین اسلام کا
بول بالا ہورہا تھا، اور مسلمانون کی ہرجگہ دھاک بندھ رہی تھی، کوئی دربار باقی نہ رہا تھا
جہان مسلمانون کی سفارت موجود نہ ہو، نہ کوئی سلطنت ہی ایسی تھی، جہان مسلم ایلچی
نظر نہ آتا ہو،

جب یہ سب کچھ ہوچکا اور حقیقت مین آنکھ کو اپنی روانگی سامنے نظر آنے لگ گئی،
تو آپؐ نے درشن کی غرض سے حرم محترم مین الوداعی حج کا ارادہ کیا، اور مع قافلہ مدینہ سے
مکہ کو روانہ ہو پڑے، وہ شخص جس نے تین روز ایک غار مین چھپ کے اپنی جان بچائی تھی،
وہ بشر جس کا مکہ مین داخلہ قطعی بند ہوچکا تھا، وہ انسان جسے قتل کرنے کے لئے سو سو اونٹ
اور ہزار ہزار سکہ چاندی کے انعام رکھے جاتے تھے، وہ بندہ جسے خدا کے بندے مار مار کر
اوس کا خون بہا دیتے تھے، وہی انسان آج دیکھو تو کس جاہ و جلال و اقبال سے
درجہ برہے، آج اوس کے پیچھے سوا لاکھ عابد میدان عرفات مین سر جھکائے آنکھین نیچی کئے
ہاتھ باندھے حق کے حضور مین کھڑا ہے، شاہ و گدا ایک طرح کا بلا سلا کپڑا پہنے گویا صرف
ایک کفن لیئے، ایک ہی طرح کی وضع مین، ایک ہی جگہ کھڑے، ایک ہی خیال کے پابند
ایک ہی خدائے واحد کے روبرو، ایک ہی سجدے مین سر رکھے ہین، یہ ہے مسئلہ مساوات

ورا سے کہتے ہین اسلام کی برکات، تفریق مٹانے کی باتین ہر کوئی پڑا بتائے، مگر یہ کسی کا کام ہے، جو اظہر من الشمس کرکے دکھائے، جس شخص کی محنت کا صلہ اور شفقت کا ثمرہ اس طرح اوس کے روبرو اوس کی حیات مین قدرت مہیا کردے، اوس کے دل کی خوشی کا حال پھر اُسی سے پوچھو، جس انسان کے دل کو کامل تشفی ہوجائے اور جس آدمی کے آتما کو پوری تسلی ہوجائے، کہ جس کام کو وہ دنیا مین بھیجا گیا تھا، اوس کو اوس نے پورا کر دکھایا ہے ایسے انسان کے قلب کے اطمینان کا اظہار وہ خود ہی کرے تو کرے اور کون کر سکتا ہے، مگر یہ اطمینان و خوشی نصیب بھی ہو، تو کیسے، صرف ایک کو، صرف رسول اللہ صلعم کو آیت نازل ہوئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا	آج مینے تم لوگون کے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا، اپنی نعمت تم پر پوری کی، تمھارے لیے دین اسلام مینے پسند کیا،

اس وحی سے اشارہ عیان تھا کہ رسول کی رسالت اب ختم ہونے والی ہے، جس غرض کے لئے آنحضرت صلعم بھیجے گئے تھے، وہ پوری ہوچکی ہے، یہ امر قوی دلیل اس بات کی رکھتا تھا کہ آپ کا وقت اب عنقریب ہی اور دنیا پر دن آپ کے ہوچکے ہین، آپ جبل عرفات پر چڑھے اور مسلمانون سے مخاطب ہو کے یون فرمانے لگے کہ "اے حاضرین اہل اسلام، شاید مین اگلے سال تم مین نہ ہونگا، اب جو کچھ کہتا ہون کان لگا کے سنو، اور دل سے اس پر توجہ کرو، جس طرح یہ مہینہ اور خاص کر یہ دن اور اس آبادی مین

اور اِس آبادی مین تم لوگون کے لیئے مقدس ہی اسی طرح ہر مسلمان پر دوسرے کے مال کی عزت و آبرو، اور جان و مال مقدس ہی، مسلمانو! یہ یاد رکھو کہ قیامت کے دن تم سب کو اپنے خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑیگا، وہ اوس وقت تمھارے ہر افعال اور ہر حرکات و سکنات کا حساب کتاب لے گا، دیکھو عورتون کے ساتھ کبھی بدسلوکی نہ کرنا، اون سے ہمیشہ مہربانی کے ساتھ پیش آنا، غلامون کو وہ آسایش دینا جو تم اپنے آپ کو دیتے ہو، اگر اون سے کوئی خطا ہوجائے تو درگذر کرنا، یاد رہے کہ کل مسلمان آپس مین بھائی ہین، دیکھو کوئی ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرے،،

افضل کلام

اُسی روز رسول اللہ صلعم نے یہ بھی فرمایا، کہ جو کچھ مینے آج تک اپنی زبان سے کہا ہے یا جو کچھ مجھ سے پہلے نبی خدا کے کہہ گئے ہین، اون سب مین سے افضل کلام ایک ہی ہے، جس کے برابر نہ کوئی کلام ہوا ہی، اور نہ آیندہ ہوگا، اور وہ یہ ہی " لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ، لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کل شئی قدیر" مطلب مدعا اِس کا یہ ہی، کہ خدا ایک ہی، اوس کا ثانی کوئی نہین ہی، ملک عالم اوس کا ہی، سلطنت دنیا اوس کی ہی، تمام طاقت وہی ہے، اور سزا وار ثنا وہی ہی،

ملکا ذکر تو گویم کہ تو پاکی و خدائی	نروم من بجز آن رہ کہ تو آن رہ بنمائی
ہمہ درگاہِ تو جویم ہمہ در کار تو پویم	ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی
تو خداوند بمینی تو خداوند یساری	تو خداوند زمینی تو خداوند سمائی
تو زن و جفت نہ جوئی تو خور و خفت نخواہی	احد بے زن و جفتی ملکا کام روائی

نہ بدی خلق تو بودی نہ بود خلق تو باشی | نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کاہی نہ فزائی
تو رحیمی تو کریمی تو سمیعی تو بصیری | تو معزی تو مزلی ملک العرش بجائی
ہمہ را عیب تو پوشی ہمہ را عیب تو دانی | ہمہ را رزق رسانی کہ تو جودی و عطائی
بری از خفتن و خوردن بری از تہمت و ظن | بری از بیم و امیدی بری از رنج و بلائی
تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری | تو نمایندہ فضلی تو سزاوار خدائی
نتوان وصف تو گفتن کہ تو در وصف نگنجی | نہ توان شرح تو کردن کہ تو در شرح نیائی

صلعم کی رحلت

اب نبی اللہ کی عمر (۶۳) برس کی ہوچکی تھی، اور ہجرت کا گیارھوان سال تھا، کہ کوچ کی نوبت آپہنچی، دنیا کے دُکھون سے جان بھی نڈھال ہوچکی تھی، دفعتاً بخار نے آگھیرا، بخار بھی اِس بلا کا کہ اللہ امان دے، تن سے تپ کی تپش کے ایسے پتنگے اُٹھتے تھے، کہ جسم چھونا مشکل ہوگیا تھا، بڑھاپے کی دیمک نے قوا کھالئے تھے، جو تھوڑی بہت طاقت باقی تھی وہ بیماری کی نذر ہوچکی تھی، مگر ہان دِل ویسے ہی دلیر تھا، باوجود اِس نقاہت وضعف کے آپؐ نے کوئی نماز قضا نہ کی اور پانچون وقت مسجد مین جا کے جماعت کے ساتھ پڑھی، جب تین دن کوچ مین رہ گئے تو اعضا بالکل ہی جواب دینے لگ گئے، آپؐ کو سہارے سے مسجد پہنچنا بھی اب کٹھن ہوگیا، آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو اپنی جگہ امام منتخب کیا، اور خود اون کے پیچھے کھڑے ہو کے نماز ادا کی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا، کہ اے لوگو! اگر مینے تم سے کسی پر کوئی زیادتی کی ہو، تو مجھے معافی دو، تا کہ مجھ سے آگے گرفت نہ ہو، اور اوس کی جناب مین مین سُرخرو ہو کے جاؤن، اے لوگو! اگر مینے کسی کو سخت سُست کہا ہو تو مجھ سے درگذر کرو، اے لوگو! اگر

مینے کسی کی پشت پر ناجائز حکم تازیانہ لگانے کا دیا ہو، تو اوس کے لیئے میری پشت موجود ہے۔ اے لوگو! اگر مینے کسی کا کوئی قرض نہ ادا کیا ہو، تو اب وقت ہی، وہ مجھ سے لے، اے لوگو! اگر مجھ سے کسی کو ایذا پہنچی ہو، تو مین اِس وقت اوس کی معافی کے لیئے حاضر ہون، اے لوگو! مجھے معافی دو، تاکہ قیامت کا مواخذہ نہ رہے،، ایک شخص اُٹھا اور کہنے لگا، کہ آپ نے مجھ سے تین درم ایک دفعہ ایک گدا کو دلوائے تھے، مگر ابھی واپس نہین کئے، آپ نے یہ قرض فی الفور ادا کر دیا، بستر مرگ پر جانکنی کی حالت مین آپ نے کچھ فرمایا، تو لوگون نے بار بار اصرار کیا اور دریافت کرنا چاہا کہ آپ کیا فرماتے ہین، آپ نے کہا، مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ جس عالم مین مین ہون، وہ اِس عالم سے بہتر ہے، جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو، نزع مین بار بار یہی کلمہ زبان پر لاتے تھے کہ "بل الرفیق اعلیٰ بل الرفیق اعلیٰ،، یعنی اعلیٰ دوست کے پاس، اعلیٰ دوست کے پاس، آرزو آپ کی پوری ہو گئی، اور حبیب خدا اپنے اعلیٰ دوست کے پاس ۱۲ ربیع الاول سلہ ہجری مطابق ۸ جون ۶۳۲ء پیر روز دو پہر کے وقت روانہ ہو گئے، طائر روح جسم سے پرواز کر گیا، اور چمن عالم سے اوس بلبل بے نظیر کا چہچہا اُٹھ گیا،

جب اُمت کو سب مِل چکی حق کی نعمت　　ادا کر چکی فرض اپنا رسالت

رہی حق پہ باقی نہ بندون کی حجت　　نبی نے کیا خلق سے قصدِ رحلت

تو اِسلام کی وارث اِک قوم چھوڑی

کہ دنیا مین جس کی مثالین ہین تھوڑی

مرحبا سید مکی مدنی العربی — دل و جان باد فدایت چه عجب خوش لقبی

من بیدل بجمال تو عجب حیرانم — الله الله چه جمال است بدین بوالعجبی

نسبتی نیست بذات تو بنی آدم را — بهتر از عالم و آدم تو چه عالی نسبی

نسبت خود بسگت کردم و بس منفعلم — زانکه نسبت بسگ کوی تو شد بی ادبی

ذات پاک تو درین ملک عرب کرد ظهور — زان سبب آمده قرآن بزبان عربی

چشم رحمت بگشا سوی من انداز نظر — ای قریشی لقبی هاشمی و مطلبی

نخل بستان مدینه ز تو سرسبز مدام — زان شده شهرهٔ آفاق بشیرین رطبی

بر در فیض تو استاده بصد عجز و نیاز — رومی و طوسی و هندی یمنی و حلبی

ما همه تشنه لبانیم و توئی آب حیات — لطف فرما که زحد میگذرد تشنه لبی

شب معراج عروج تو ز افلاک گذشت — به مقامی که رسیدی نرسد هیچ نبی

سیدی انت حبیبی و طبیب قلبی
آمده سوی تو قدسی پی درمان طلبی

یہی سلسلہ انسداد ارتداد کے اور رسالے یہ ہیں

اسلامی توحید ۲ر	اسلامی رسولؐ ۳ر	اسلامی رسول کے معجزات ۶ر
اسلام کے ضروری عقائد ۶ر	جانباز مسلم ۲ر	حق پرستوں پر ستم ۲ر
تاکید نماز ۳ر	اسلام کیونکر پھیلا ۳ر	محمدؐ کی سرکار ۸ر
ترغیب حساب	پنواڑی کی دکان ۳ر	تعلیم خدمت گار ۳ر
حلوائی کی تعلیم ۸ر	خدائی انکم ٹیکس ۱ر	پرندوں کی تجارت ۸ر
ہندو کی نعت ۴ر	ہندو مذہب کی معلومات ۸ر	حلال خور ۸ر
غزنوی جہاد ۸ر	سکھ قوم ۶ر	تمباکو نامہ ۳ر

دفتر حلقہ مشائخ بک ڈپو دہلی سے منگائیے